يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

خطباتِ محمود

جلد نہم

افادات

مفتی محمود بن مولانا سلیمان حافظ جی بارڈولی دامت برکاتہم
جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک

ناشر
نورانی مکاتب
www.nooranimakatib.com

تفصیلات

نام کتاب:.................. ... خطباتِ محمود (جلد نہم (۹))

افادات:.............. مفتی محمود صاحب بارڈولی دامت برکاتہم

صفحات:.......................... ۲۴۰

ناشر:..............نورانی مکاتب

ملنے کے پتے

مولانا یوسف صاحب آسنوی، سملک، آسنا۔98240,96267

Email id: yusuf_bhana@hotmail.com

ادارۃ الصدیق ڈابھیل، گجرات۔99048,86188 \ 99133,19190

جامعہ دارالاحسان، بارڈولی، سورت، گجرات

جامعہ دارالاحسان، نواپور، نندوربار، مہاراشٹر

اجمالی فہرست

تفصیلی فہرست

حضرت خولہ رضی اللہ عنہ کا ظہار کا واقعہ (حصہ: ۱)

حضرت خولہ رضی اللہ عنہ کا ظہار کا واقعہ (حصہ: ۲

حضور ﷺ کی گھریلو زندگی کا ایک عجیب واقعہ

حضرت عکرمہ ابن ابی جہل رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت ام حکیم بنت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہا کا واقعہ

ملکہ بلقیس کا عجیب واقعہ (حصہ: اول)

ملکہ بلقیس کا عجیب واقعہ (حصہ: ۲)

ملکہ بلقیس کا عجیب واقعہ (حصہ: ۳)

توکل اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا واقعہ

پیش خدمت

استاذِ محترم استاذ الاساتذہ حضرت مولانا یوسف صاحب کاوی نور اللہ مرقدہ

حسبِ عادت اپنے خطبات کی اِس نویں جلد کا مکمل ثواب حضرت الاستاذ مولانا یوسف کاوی نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

حضرت والا سے حسبِ ذیل کتابیں پڑھنے کی بندے کو سعادت نصیب ہوئی:

(۱) سورۃ فاتحہ سے سورۂ یوسف تک ترجمۂ قرآن مجید۔

(۲) ہدایہ رابع۔

(۳) مؤطا امام محمد۔

(۴) درجۂ عربی دوم کے سال پورا سال امتحان، سوائے سالانہ۔

مزید حضرت کے بڑے صاحب زادے مفتی خلیل احمد صاحب کے سابق درجۂ فارسی اول میں درسی رفاقت کی وجہ سے حضرت کے گھر پر طعام وغیرہ کی سعادت بھی حاصل ہوا کرتی تھی۔

انتقال کے ایک روز پہلے شش ماہی امتحان کی تعطیلات کے بعد سنیچر کو جب جامعہ کھلا تب صبح ہی صبح حضرت کی تفصیلی ملاقات دار السنۃ کے دروازے پر ہوئی، اور حسبِ معمول بندے کا تعطیلات میں نیپال اور انڈمان کا جو سفر ہوا تھا اس کی پوری کارگذاری حضرت نے سنی اور دینی فکر فرمائی، یہ حضرت الاستاذ کے ساتھ دنیوی آخری

ملاقات تھی۔

حضرت کے تفصیلی حالات ’’تذکرہ حضرت مولانا یوسف صاحب کاوی‘‘ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو جنت الفردوس میں بلند فرمائے، آمین۔

محمود بارڈولی

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

پیش لفظ

الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلی الہ وأصحابہ وعلی من تبعھم بإحسان إلی یوم الدین، أما بعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم. بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ.

اَلرَّحۡمٰنُ ۙ﴿۱﴾ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ؕ﴿۲﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ۙ﴿۳﴾ عَلَّمَہُ الۡبَیَانَ ﴿۴﴾

ترجمہ: رحمٰن ہی نے ﴿۱﴾ قرآن سکھایا ﴿۲﴾ اسی (اللہ تعالیٰ) نے انسان کو پیدا کیا ﴿۳﴾ اسی نے اس (انسان) کو (صفائی سے) بولنا سکھایا ﴿۴﴾

وقال تعالی: اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَہَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡہَا وَحَمَلَہَا الۡاِنۡسَانُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوۡمًا جَہُوۡلًا ﴿ۙ۷۲﴾

ترجمہ: یقین رکھو یہ امانت ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑ کے سامنے پیش کی تھی تو انھوں نے تو اس (کی ذمے داری) کو اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس (کی ذمے داری) سے وہ سب ڈر گئے اور انسان نے اس کو اٹھالیا، یقیناً وہ (انسان) بہت بڑا ظالم، بہت بڑا جاہل ہے ﴿۷۲﴾

تفسیری روایتوں میں آتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے امانت: یعنی مکمل شریعت، مکمل دین سب سے پہلے آسمانوں کے سامنے، پھر زمین کے سامنے، پھر دوسری مخلوقات کے سامنے پیش فرمائی تو ان سب مخلوقات نے عرض کیا: اے رب! اس امانت میں کیا ملے گا؟

فرمایا گیا کہ: اگر تم نے اِس امانت کا حق ادا کر دیا تو ثواب ملے گا اور ضائع کیا

تو سزا دی جائے گی۔

اس عرض و معروض کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو— جس کے سامنے یہ امانت پیش ہوئی ہے— پہلے عقلِ کامل (عقلِ تکلیفی) اور نطقِ کامل دونوں نعمتیں عطا فرمائی جس کے ذریعے سمجھ کر صحیح جواب دے سکے، پھر جس مخلوق نے بھی انکار کیا ان کے پاس یہ دونوں نعمتیں باقی نہ رہی؛ گرچہ کسی نہ کسی درجے میں عقل اور تکلم والی نعمت تمام مخلوق میں باقی رہی، اخیر میں یہ امانت انسانِ اوّل حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کی گئی، انھوں نے قبول کرلی، جس کے نتیجے میں کامل عقل و فہم اور نطق و تکلم یہ انسانوں میں اور جناتوں میں دوسری مخلوقات کے مقابلے میں امتیازی خصوصیات کے ساتھ کامل طور پر باقی ہے۔

سمجھ میں یہ آتا ہے کہ یہ عجیب و غریب انداز سے بولنا اور اپنے دل کی بات سمجھا دینا، دوسروں کی بات سمجھ لینا یہ انسانوں کا ایک انوکھا وصف ہے جو امانتِ الٰہیہ کو قبول کرنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا؛ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ عقل اور نطق دونوں صلاحیتوں کو اللہ تعالیٰ کی امانت کامل شریعت اور کامل دین کو حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے اور اس کی نشر و اشاعت میں استعمال کرے، یہ ان دونوں نعمتوں کا حقیقی شکر ہے۔

اِس سے پہلے بندے نے اپنے خطبات کے قارئین سے دعا کی درخواست کی تھی کہ قرانِ مجید میں جن عورتوں کے واقعات اللہ نے بیان فرمائے ہیں ان کو مع عبرو نصائح خطبات کے ذریعے میں امت کے سامنے پیش کروں، الحمدللہ! قرآن میں آئے

ہوئے عورتوں کے واقعات میں سے اکثر الاکثر عورتوں کے واقعات اِس نویں جلد میں بفضل اللہ مکمل ہو رہے ہیں، تھوڑا حصہ جو باقی ہے وہ ان شاء اللہ! دسویں جلد میں بفضل اللہ مکمل ہوگا، اور ان تمام جلدوں میں پھیلے ہوئے ان واقعات کو الگ سے ”قرآن میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات“ کے نام سے الگ سے بھی ان شاء اللہ! شائع کیا جائے گا، اب اللہ کی توفیق سے ایک نئے عزم کے سلسلے میں دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ قرآن میں آئے ہوئے عورتوں کے متعلق خصوصی احکام اور ہدایات کو پہلے بیان کے ذریعہ پھر طباعت کے ذریعہ امت کے سامنے پیش کیا جائے گا ان شاء اللہ! ساتھ ہی حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات، آپ ﷺ کی صاحب زادیاں اور کچھ صحابیات کے واقعات بھی بیان کے ذریعہ امت کے سامنے پیش کرنے کا ارادہ ہے۔

آپ حضرات سے درخواست ہے کہ اس عزم کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ سے خصوصی دعا فرمائیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے اس کام کو بھی پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔ اس نویں جلد کی تیاری میں جن حضرات کا خصوصی تعاون شاملِ حال رہا، ان تمام حضرات کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے آمین، امین، امین یارب العالمین بحرمة سيد المرسلين، عليه الف الف صلاة وسلام يارب العالمين۔

محمود بارڈولی عفی عنہ

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل سملک

مورخہ: ۲۵؍ ربیع الاول ۱۴۳۹ھ

مطابق: ۱۵؍ دسمبر ۲۰۱۷ء

ایک سوت کاتنے والی عورت کا واقعہ

اقتباسات

اِس واقعہ کا ایک اہم پیغام:

نیکیاں کر کے گناہوں سے برباد نہیں کرنا چاہیے

جس طرح کام کر کے برباد کر دینے والی یہ عورت ہمیشہ کے لیے بے وقوف کہلائی ایسے ہی ہم نیکیاں کر کے اس کو گناہوں سے برباد کر دیتے ہیں تو ہم بھی اللہ تعالیٰ کی نظر میں بے وقوف ہوئے۔

ایک بہت ہی قیمتی مشورہ

ایک بھائی ہمارے حضرت سے مسئلہ پوچھنے آیا کہ: یہ بناوٹی تانبے، پیتل، کانچ کی چوڑیاں وغیرہ پہننا، پہننا جائز ہے کہ نہیں؟

ہمارے حضرت نے بہت اچھا جواب دیا کہ: یہ بناوٹی چیزوں کے پیچھے پیسے خرچ کرنے کے بجائے دس پندرہ مرتبہ بناوٹی چیزیں خریدنے کے پیسے جمع کر کے چاندی اور سونا پہنا دو تمھارا کام ہو جائے گا، اس کا فائدہ ہوگا اور دیر تک اس کو استعمال کرنا نصیب ہوگا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ،صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً ۔۔۔اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّتِیْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْکَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَیْمَانَکُمْ دَخَلًۢا بَیْنَکُمْ اَنْ تَکُوْنَ اُمَّةٌ هِیَ اَرْبٰی مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا یَبْلُوْکُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَلَیُبَیِّنَنَّ لَکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مَا کُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۲﴾

ترجمہ:اور(قسم توڑنے میں)تم اس عورت جیسے مت بن جانا جو اپنے سوت کو(محنت کر کے)مضبوط کرنے کے بعد توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کرتی تھی کہ تم اپنی قسموں کو(توڑ کر)آپس میں فساد ڈالنے کا بہانہ(ذریعہ)بنانے لگو،اس لیے کہ کچھ لوگ دوسروں سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے لگے،یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے تمہارا امتحان لے رہے ہیں اور جن چیزوں میں تم اختلاف کرتے ہو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے اس کی پوری حقیقت کھول دیں گے﴿۹۲﴾

وقال رسولُ اللہ ﷺ: نِعمَتَانِ مَغبُوْنٌ فِیْھِمَا کَثِیْرٌ مِنَ النَّاسِ: اَلصِّحَّۃُ وَ الْفَرَاغُ (بخاری عن ابن عباس رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: اللہ کے رسول نے فرمایا کہ: دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں اکثر لوگ دھوکے میں ہیں: ایک تندرستی اور دوسری فراغت۔

دس مرتبہ درود شریف پڑھ لو:

صَلَّی اللہُ عَلٰی سَیِّدِنا محمدٍ صَلَّی اللہُ عَلٰی سَیِّدِنا محمدٍ
صَلَّی اللہُ عَلٰی سَیِّدِنا محمدٍ صَلَّی اللہُ عَلٰی سَیِّدِنا محمدٍ
صَلَّی اللہُ عَلٰی سَیِّدِنا محمدٍ صَلَّی اللہُ عَلٰی سَیِّدِنا محمدٍ
صَلَّی اللہُ عَلٰی سَیِّدِنا محمدٍ صَلَّی اللہُ عَلٰی سَیِّدِنا محمدٍ
صَلَّی اللہُ عَلٰی سَیِّدِنا محمدٍ صَلَّی اللہُ عَلٰی سَیِّدِنا محمدٍ

صبح وشام دس مرتبہ درود شریف پڑھنے کی فضیلت

حدیثِ پاک میں آتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ: جو مرد یا عورت صبح میں دس مرتبہ اور شام کو دس مرتبہ درود شریف پڑھنے کی عادت بنالیوے تو قیامت کے دن اس کو حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی اور جس کو بھی حضور ﷺ کی شفاعت ملے گی اس کا کام بن جائے گا، اس کے لیے جنت کا داخلہ آسان ہو جائے گا؛ اس لیے صبح شام کی درود کی تسبیح کے علاوہ روزانہ صبح میں دس مرتبہ اور شام کو دس مرتبہ اِس حدیث پر عمل کی نیت سے درودِ پاک کی عادت بنالو، اللہ تعالیٰ آپ کو مجھے اور پوری امت کو اس کی توفیق عطا فرمائے اور اس کی برکت سے قیامت کے دن حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی

شفاعت کی دولت سے ہمیں مالامال فرما دیوے، آمین۔

الحمد لله ربّ العالمین، الحمد لله ربّ العالمین ،الحمد لله ربّ العالمین ،اللهم لا أُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ أنْتَ كَمَاأَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ، اللہ کا شکر اور احسان ہے کہ اللہ نے ہم کو پھر سے رمضان کا مہینہ عطا فرمایا، اللہ کا شکر ہے اور اللہ کا احسان ہے کہ اللہ نے ہم کو پھر سے آپ کے اس ملک ملاوی کے شہر ''لیلونگوے'' (Lilongwe) میں دین کی نسبت پر جمع ہونے کے لیے قبول فرمایا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے اِس مبارک سلسلے کو قبول فرماوے، اپنی رضا کا ذریعہ بنا دیوے اور میرے اور آپ کے ساتھ ساتھ پورے عالم کے بسنے والے مسلمانوں میں سے ایک بہت بڑی جماعت کو اور بہت سارے مردوں و عورتوں کو اس کے ذریعے ہدایت عطا فرمائے، اپنی رضا اور خوشنودی عطا فرمائے، آمین۔

ملاوی کے بیانات کی مقبولیت

سچی بات تو یہ ہے کہ یہاں جو میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں اللہ تعالیٰ نے اس کو بہت مقبول بنایا ہے، رمضان کے بعد اس کی سی ڈی (cd) اور اب تو یو ایس بی (Usb) دنیا کے دور دور کے ملکوں میں جاتی ہے، پین ڈرائیو (Pan drive) جاتی ہے، ہماری ویب سائٹ (website) سے اور واٹسپ ایپ (Whatsapp) کے ذریعے لوگ اس کو سنتے ہیں اور اس سے بڑی بات یہ ہے کہ دینی بہنو! آپ کے سامنے میں جو بیان کرتا ہوں بعد میں اس کو لکھا جاتا ہے اور اس کی کتاب بھی تیار ہوتی

ہے، اردو میں بھی وہ کتاب چھپتی ہے، گجراتی میں بھی وہ کتاب چھپتی ہے، الحمدللہ! اردو میں اب تک آٹھ حصے تیار ہو چکے ہیں، گذشتہ سال جو بیانات میں نے آپ کے سامنے کیے تھے آٹھویں حصے میں وہ تمام بیان چھپ چکے ہیں، پھر وہ گجراتی میں بھی چھپتے ہیں، ویسے ہم گجراتی لوگ بہت سے کاموں میں پیچھے ہیں، گجراتی میں بیانات چھپنے کا سلسلہ بھی تھوڑا آہستہ چل رہا ہے، اِس سال اس کا چھٹا حصہ تیار ہو گیا۔

مبارک سلسلے کی تکمیل

یہ جو سلسلہ ہے کوشش یہ کر رہے ہیں کہ قرآنِ مجید میں جتنی عورتوں کے واقعات آئے ہیں، ان تمام واقعات کو میں آپ کے سامنے بیان کروں، اب تک الحمدللہ! قرآن میں آئی ہوئی بہت ساری عورتوں کے واقعات میں نے آپ کو سنا دیے ہیں، بس اب چند واقعات باقی رہ گئے ہیں، ارادہ یہ ہے کہ اِس سال وہ تمام واقعات مکمل ہو جاویں، پھر ان شاءاللہ! قرآن میں آئے ہوئے عورتوں کے متعلق احکامات کا سلسلہ شروع کریں گے۔

یہ جو آیت میں نے ابھی آپ کے سامنے تلاوت کی یہ سورۂ نحل کی ہے، اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایک عورت کا قصہ بیان فرمایا ہے۔

انسان کی زندگی میں وقت بہت قیمتی چیز ہے

اصل واقعہ شروع کرنے سے پہلے ایک اہم بات سن لو! انسان کی زندگی میں وقت اور ٹائم بہت ہی قیمتی نعمت ہے، آپ دیکھو! ہم کب سے کہہ رہے تھے: رمضان

رمضان، آج اس کے چھ روزے الحمدللہ! مکمل ہو چکے، وقت بہت تیزی سے گذرتا ہے؛ لہذا کوشش یہ کرنی چاہیے کہ اِس وقت کے ذریعے سے کچھ ایسا کام کریں جس سے دنیا میں بھی فائدہ ہو، قبر میں بھی فائدہ ہو اور قیامت کے دن بھی فائدہ ہو، اس وقت کو کھیل تماشوں میں نہیں لگانا چاہیے، بے کار کاموں میں برباد نہیں کرنا چاہیے، جس کام میں ہمارے دین کا کوئی فائدہ نہیں، ہماری دنیا کا کوئی فائدہ نہیں ایسے لغو کاموں میں اپنا وقت برباد نہیں کرنا چاہیے۔

دو نعمتیں جن کی لوگ قدر نہیں کرتے

بخاری شریف کی ایک حدیث میں نے آپ کو سنائی، حضرت نبیٔ کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کی دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں اکثر لوگ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں؛ یعنی اس کی قدر نہیں کرتے: ایک نعمت ’’تندرستی‘‘ اور دوسری ’’فراغت‘‘ یعنی ٹائم ہے، اس کی لوگ صحیح قدر نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ ہمیں تندرستی اور وقت دونوں سے فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دماغ کی بعض حالتیں

دینی بہنو! حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے مبارک زمانے میں مکۂ مکرمہ میں ایک عورت تھی، یہ عورت کچھ بیوقوف جیسی تھی؛ یعنی ایک تو پوری پاگل ہوتی ہے، اور ایک پوری پاگل تو نہیں؛ لیکن پاگل سے کچھ کم جو بیوقوف جیسا کام کرے؛ یعنی تھوڑا سا اس کا دماغ خراب ہو اور ایسے کام کرتی ہو جو نہیں کرنے چاہیے، بعض لوگوں کا مزاج ایسا ہوتا

ہے کہ وہ ایک بات پر جمتے نہیں ہیں، تھوڑی دیر میں ان کی بات بدلتی رہتی ہے، یہ بھی دماغ کی کمزوری کی ایک نشانی ہے، پھر ایک اکھّڑ دماغ ہوتا ہے؛ یعنی اس دماغ والوں کا مزاج ایسا ہوتا ہے کہ ہر ایک کے ساتھ لڑنا جھگڑنا، کسی کے ساتھ بنتی نہیں، ہر ایک کے ساتھ غلط طریقے سے بات کرنا، بداخلاقی سے پیش آنا اور ایک ایسا ہوتا ہے جو پاگلوں جیسے کام کرے، نہ کرنے کے کام کرے وہ بے وقوف کہلاتا ہے۔

بے وقوف عورت

یہ جس عورت کا قصہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمایا ہے یہ ایک بے وقوف جیسی عورت تھی اور اس عورت کی حالت یہ تھی کہ اپنے کام کو اپنے ہاتھ سے برباد کرتی تھی، خود کام کرے، خود محنت کرے اور پھر اس محنت سے کیا ہوا کام خود برباد کر ڈالے، کیسی نادان اور کیسی بے وقوف عورت ہوگی !!!

مثال کے طور پر ایک عورت بہت محنت کر کے کوئی چیز تیار کرے، پھر اس چیز کو اپنے ہاتھ سے توڑ ڈالے، اس کی بہت ساری وجوہات ہوتی ہیں، بعض مرتبہ پاگل پنے کی وجہ سے ایسا کرتی ہے کہ کام کر کے توڑ ڈالا، بعض مرتبہ ایسا سوچتی ہے کہ جیسا کرنا چاہیے ایسا نہیں ہوا؛ اس لیے توڑ ڈالوں، یہ سب غلط عادت ہے۔

یہ عورت بھی کچھ ایسی ہی تھی، محنت کر کے ایک کام کرتی تھی، خود بھی محنت کرتی اور دوسرے لوگوں کے پاس بھی محنت کراتی تھی، اپنی سہیلیوں کے پاس محنت کراتی، اپنے گھر میں کام کرنے والی باندیوں کے پاس بھی محنت کراتی تھی اور محنت کر کے جب

کوئی چیز تیار ہو جاتی تو اپنے ہاتھ سے توڑ پھوڑ کر ختم کر دیتی۔

اس عورت کا نام اور تعارف

اس عورت کا نام اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان نہیں فرمایا؛ لیکن دوسری روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس عورت کا نام ''ریطہ بنت عمرو بن کعب'' تھا، کہتے ہیں کہ: مکہ میں ایک آدمی ''اسد ابن عبد العزّٰی ابن قُصی'' تھا، یہ اس کی اماں تھی۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ: اس عورت کا نام ''سعیدہ'' تھا، قبیلۂ بنو اسد سے تعلق رکھتی تھی؛ اسی لیے اس نام ''سعیدہ الاسدیہ'' تھا۔ یہ مکہ کی رہنے والی عورت تھی اور ہنر اور دست کاری اچھے طریقے سے نہیں جانتی تھی۔

عورتوں کو ہاتھ سے ہونے والے کام کاج سیکھنے چاہیے

دیکھو! قرآن کی اس آیت سے ہمیں ایک بہت اہم سبق سیکھنے کو ملتا ہے کہ عورتوں کو ہاتھ سے ہونے والے کام کاج سیکھنے چاہیے اور موقع ملنے پر کرنے بھی چاہیے، مثلاً سلائی کام ہے، اسی طرح بُننے کا کام جس کو گجراتی میں ''بھرت'' کام کہتے ہیں، اسی طرح بُنائی کے کام جس کو ''گوٹھن'' کہتے ہیں، ایسے کام عورتوں کو سیکھنے چاہیے اور ضرورت کے موقع پر کرنے چاہیے، اس سے گھر کی ضرورت بھی پوری ہوگی اور ضرورت کے موقع پر یہ حلال روزی روٹی کا ذریعہ بھی بن جائیں گے۔

قدیم زمانے میں کپڑے بنانے کے طریقے

پرانے زمانے میں آج کی طرح مشینیں نہیں تھیں تو اس زمانے میں ہاتھ سے

کپڑے تیار کرتے تھے، اس کے لیے ایک ہاتھ سے چلنے والی مشین ہوتی ہے جس کو ریتیا (Z[8L)IE) کہتے ہیں، اس کے اندر پنکھے جیسا ہوتا ہے جو گول گول چلتا ہے اور انگلی کی طرح ایک تکلہ ہوتا ہے اور ایک ڈمکڑا ہوتا ہے، روئی (cotton) جو کھیت میں سے نکلتی ہے اس کو اس پر لگا کر پہلے اس میں سے دھاگے تیار کرتے ہیں، پھر ان دھاگوں کو آپس میں ملا کر کپڑے بناتے ہیں۔

اسی طرح اونٹ پر جو بال ہوتے ہیں، بکریوں اور دُنبوں پر جو بال ہوتے ہیں ان کو کاٹ کر اس میں سے بھی کپڑے تیار کرتے ہیں۔

اسی طرح کھجور کی چھال سے بھی دھاگے بنا کر کپڑے تیار کرتے ہیں۔

یہ سب چیزیں شاید آپ کو جلدی سمجھ میں نہ آئے؛ اس لیے کہ اب زمانہ تیار (READYMADE) کپڑوں کا آگیا ہے، مشینوں کے اندر کپڑے تیار ہوتے ہیں؛ لیکن ابھی بھی دنیا میں یہ چیز ہے اور اس طرح جو کپڑے بنتے ہیں وہ بہت مہنگے ہوا کرتے ہیں۔

صبح سے شام تک محنت کر کے اس کو ضائع کر دیتی تھی

یہ عورت بھی اسی طرح اون اور کھجور کی چھال کے ریشے اور دھاگے جمع کرتی تھی اور اس میں سے رسّی بناتی تھی، اس کے پاس رسّی بنانے کے لیے جو چیزیں ضروری ہوتی ہیں وہ نہیں تھی اور اس کو ہاتھ کے کام بھی اچھی طرح نہیں آتے تھے۔

اس کا یہ روزانہ کا معمول تھا کہ صبح صبح یہ کام شروع کر دیتی اور دوپہر تک برابر کام کرتی رہتی تھی، خود بھی کرتی تھی، اپنی سہیلیوں کے پاس بھی کرواتی تھی اور اپنی کام

والی باندیوں کے پاس بھی کرواتی تھی، ظاہر ہے کہ دوپہر تک یہ کام کرے گی تو کتنا سارا کام ہوجاتا ہوگا! لیکن یہ عورت پاگل جیسی تھی اور بڑی بات یہ تھی کہ اس کو دل میں وسوسے آتے رہتے تھے۔ وہ ایسی بے وقوف عورت تھی کہ جب دوپہر ہوجاتی تو جتنا کام محنت کر کے تیار کیا ہوتا وہ تمام کام اپنے ہاتھ سے توڑ ڈالتی تھی۔

عورتوں کو کام میں ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہیے

یہاں کی حالت تو مجھے معلوم نہیں، اپنے یہاں انڈیا میں ابھی بھی یہ سلسلہ ہے کہ محلوں میں عورتیں بعض کام آپس میں مل کر کرتی ہیں؛ جیسے کہ پاپڑ، پاپڑی وغیرہ بنانی ہو تو آپس میں مل کر بناتے ہیں، ایک دوسرے کی مدد کرنے کا یہ سلسلہ چلتا ہے، اِس سے آپس میں محبت بھی بڑھتی ہے، ایک دوسرے کے کام میں مدد ہوجاتی ہے اور خدمت بھی ہوجاتی ہے، پڑوسی کا حق بھی ادا ہوجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس عورت کا قصہ قرآن میں ذکر فرما کر اس میں ہم لوگوں کے لیے بڑی بڑی نصیحتیں بیان فرمائی ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن میں آئے ہوئے اِس واقعے سے نصیحت اور عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔

وعدہ کر کے توڑنا نہیں چاہیے

ایک اہم بات یہ سیکھنے کو ملی کہ آپس میں جو وعدے اور معاہدے ہوتے ہیں ان وعدوں اور معاہدوں کو توڑنا نہیں چاہیے، خاص طور پر جو وعدہ کسی کے ساتھ کیا اور وہ شریعت میں جائز ہے، ناجائز نہیں ہے، حرام نہیں ہے، اسی طرح وہ وعدہ جو دو آدمیوں

کے بیچ میں، دو پارٹیوں کے بیچ میں، دو کمپنیوں کے بیچ میں، دو جماعتوں کے بیچ میں، دو خاندانوں کے بیچ میں، دو ملکوں کے بیچ میں ہو اس وعدے کو پورا کرنا چاہیے، توڑنا نہیں چاہیے، وعدہ توڑنے کا بڑا بھاری گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اِس آیتِ کریمہ کے ذریعے ہم کو یہ نصیحت کی کہ جس طرح وہ مکہ کی پاگل عورت بہت محنت کر کے دھاگے تیار کر کے پھر اپنے ہاتھ سے توڑ ڈالتی تھی تم ایسے بے وقوف، پاگل جیسے مت بنو کہ پہلے تو تم کوئی وعدہ کرو، کوئی معاہدہ کرو پھر بلاوجہ اس کو توڑ ڈالو، ایسا نہیں ہونا چاہیے۔

خلافِ شرع وعدہ پورا کرنا جائز نہیں ہے

ہاں! جس وعدے میں کوئی شریعت کے خلاف بات ہو، حرام چیز کا وعدہ ہو ایسا وعدہ کرنا بھی گناہ ہے اور اس کے مطابق عمل کرنا بھی گناہ ہے؛ لہذا ایسا وعدہ، ایسا عہد جو شریعت کے خلاف ہو اس کو پورا نہیں کرنا چاہیے۔

منگنی بھی ایک وعدہ ہی ہے

ہماری شریعت میں منگنی بھی ایک وعدہ ہی ہے، دو خاندان والوں نے آپس میں وعدہ کرلیا کہ اِدھر کی لڑکی اور اُدھر کا لڑکا شادی کریں گے تو اس وعدے کو بلاوجہ نہیں توڑنا چاہیے؛ بلکہ اس کو پورا کرنا اور نبھانا چاہیے۔

فائدے والی چیز ضائع نہیں کرنی چاہیے

دوسری ایک اہم بات ہمیں یہ سیکھنے کو ملی کہ کوئی چیز فائدے والی ہو تو اس کو

اپنے ہاتھ سے خراب نہیں کرنا چاہیے، دیکھو! اس عورت نے محنت کر کے رسی بنائی جو فائدے کی چیز ہے اور اس کو ختم کر دیا۔

پرانا سامان جس کو ہم استعمال نہ کرتے ہوں وہ ضرورت مندوں کو دے دینا چاہیے

اِس میں یہ بات بھی یاد رکھو کہ کوئی چیز ایسی ہے جو ہمارے کام میں نہیں آتی؛ لیکن دوسرے کے کام آسکتی ہے تو ایسی چیز بھی خراب نہیں کرنی چاہیے، دوسروں کو دے دینی چاہیے، ہمارے گھر میں چادر پرانی ہوگئی، اب — ماشاءاللہ — ہمارے گھر کا معیار ایسا ہوتا ہے کہ پرانی چادر ہم نہیں بچھاتے تو کوئی بات نہیں؛ لیکن پرانی چادر کو جلا مت ڈالو، کچرے کے ڈبے (DUSTBIN) میں مت ڈال دو؛ بلکہ وہ چادر کسی غریب کو صدقہ کر دو، وہ اس کو کام آجائے گی۔

اسی طرح گھر میں بہت سارے برتن پرانے ہو جاتے ہیں، اب ہمارے کام میں نہیں آئیں گے، کوئی بات نہیں، آپ کے کام میں نہ آویں تو اس کو کباڑی میں بیچ کر دو پیسے حاصل کر سکتے ہو؛ لیکن اس سے اچھا یہ ہے کہ کسی غریب کو برتن صدقہ کر دو، جس کے یہاں برتن نہ ہو اس کو دے دو، اس کو کام آئیں گے۔

جوتے، چپّل، استعمال کی چیزیں، فرنیچر وغیرہ بہت ساری چیزیں ایسی ہوتی ہیں جس میں کوئی نہ کوئی فائدہ ہوتا ہے؛ لیکن اگر وہ ہمارے کام کی نہ ہو تو اس کو برباد نہیں کرنا چاہیے، کسی اور کو دے دینا چاہیے، ان شاءاللہ! وہ فائدہ اٹھائے گا تو اس کا ثواب

بھی آپ کو ملے گا۔

حضرت قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ کا حال

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ بہت بڑے اللہ کے ولی اور بزرگ تھے، ان کے انتقال کے بعد ہمارے یہاں لڑکا پیدا ہوا تو ہمارے حضرتؒ نے مجھے فرمایا: بیٹے کا نام بھی حضرتؒ کے نام سے ''صدیق احمد'' رکھ دے۔ وہ اللہ کے نیک بندے تھے، زندگی میں ایک ہی سفر انگلینڈ کا کیا، دیکھو! اللہ والوں کے یہاں چیزوں کی قدر کیسی ہوتی ہے؟ جب انگلینڈ تشریف لے گئے تو یہ کوک (COKE) کی جو خالی بوتلیں ہوتی ہیں جس کو لوگ پی کر پھینک دیتے ہیں، حضرت کہنے لگے کہ: یہ بوتل پھینکو مت، میرے سامان میں رکھ دینا، میں انڈیا لے جاؤں گا، وہ ہم کو کام آئے گی، سوچو! اللہ والوں کا حال کیا ہوتا ہے!!!

انگلینڈ سے ایک دوست کی طرف سے بھیجے ہوئے پرانے کپڑے

اِس سال انگلینڈ سے ہمارے ایک دوست نے پرانے کپڑوں کے پارسل میرے پاس بھیجے کہ یہ عورتوں کے کپڑے ہیں، آپ جہاں چاہیں اس کو تقسیم کر دینا، میں نے وہ کپڑوں کے پارسل کھولے تو اس میں اتنے اچھے کپڑے نکلے کہ۔ میں رمضان میں روزے کی حالت میں بتلاؤں۔ تقریباً میری یاد کے مطابق چار ہمارے غریب حافظ، عالم کی شادی اس میں ہوئی، تین چار شادیوں میں دلہنوں کو دینے کے بعد دوسرے بہت سارے کپڑے بچے تو میں نے ہمارے اچھے علما کو بلایا کہ: اپنی

بیوی کو لے کر آؤ اور یہ کپڑے رکھے ہوئے ہیں پسند کر کے جو چاہو لے جاؤ، بہت خوشی خوشی وہ کپڑے لے گئے، سب کپڑے الحمدللہ! اچھے کہلانے والے لوگ لے گئے۔

میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ ہمارے گھروں میں بہت ساری چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ ہم اس کو اپنے گھڑے ہوئے اونچے معیار کے خلاف سمجھتے ہیں اور ہم اپنے گھر میں ایسی چادر، ایسی چارپائی، ایسا فرنیچر، ایسا برتن، ایسے کپڑے استعمال نہیں کرتے، ہم کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے؛ اس لیے ہم نئی چیز لے آتے ہیں، ٹھیک ہے مگر وہ پرانی چیز کسی نہ کسی غریب کو صدقہ کر دو، اپنے سے کم درجے کے لوگوں کو دے دو، وہ اس کو استعمال کریں گے اور اس کا ثواب اللہ تعالیٰ ہم کو عطا فرمائیں گے۔

اپنے ہاتھ سے اپنی محنت کو برباد نہ کریں

ایک اور چیز بھی معلوم ہوئی کہ ہم جو محنت کریں تو اپنے ہاتھ سے اپنی محنت کو برباد نہ کریں، بہت سی مرتبہ ہم محنت کر کے کوئی چیز تیار کرتے ہیں، پھر اپنے ہاتھ سے اس کو برباد کر دیتے ہیں، مثال کے طور پر کھانا بہت محنت کر کے آپ نے تیار کیا، کھانے کے بعد جو بچ گیا تو لالچ میں ”کل کھائیں گے، پرسوں کھائیں گے“ پڑا رہنے دیتے ہیں، پھر وہ سڑ جاتا ہے، بگڑ جاتا ہے اور آخر کار اس کو پھینک دیا جاتا ہے۔

اسی طرح بہت ساری چیزیں گھروں میں ڈبوں میں بھری ہوئی رہتی ہیں کہ کبھی کام آئیں گی اور بعد میں وہ چیز پرانی ہو کر استعمال کے لائق نہیں رہتیں، جب اس کو پکانے کے لیے نکالتے ہیں تو کہتے ہیں کہ: یہ تو بہت پرانا ہو گیا، اندر کیڑے پڑ گئے، پرانا ہونے کی وجہ سے مزہ باقی نہیں رہا، اس کو پھینک دو، نیا خرید کر لاؤ۔

اس طرح کی کھانے پینے کی تیار چیزیں، کچی چیزیں بہت ساری ایسی ہوا کرتی ہیں کہ ہم اس کو اپنے ہاتھ سے برباد کرتے ہیں، یہ غلط طریقہ ہے، ایسا نہیں ہونا چاہیے، یہ طریقہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے، آپ نے اتنی محنت کر کے کھانا پکایا، محنت کر کے کوئی چیز خرید کر لائے تو خود استعمال کر سکتے ہو تو استعمال کرو، ورنہ صدقہ کر دو؛ تاکہ وہ چیز برباد اور خراب نہ ہو جائے اور اللہ کے یہاں آپ کو اجر اور ثواب ملتا رہے۔

جب عبرت کے واسطے کسی کا حال بیان کریں تو اس کا نام نہ لیویں

یہ عورت پاگلوں جیسا کام کرتی تھی، اللہ تعالیٰ چاہتے تو اس کا نام بھی قرآن میں ذکر فرما دیتے؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا نام قرآن میں بیان نہیں فرمایا، صرف اس کی مثال بیان کی، اِس سے ہم کو ایک بہت اہم بات سمجھ میں آتی ہے کہ کسی عورت کی کوئی بات، کسی مرد کی کوئی بات عبرت یا نصیحت کے طور پر کسی کو بتلانا ہو تو اس کا نام نہیں لینا چاہیے، نام چھپانا چاہیے؛ تاکہ اس عورت کی ذلتی اور رسوائی نہ ہو۔

کبھی کسی عورت یا کسی مرد کا کوئی قصہ ایسا ہو گیا جو دوسروں کو بتلانا ضروری ہو؛ تاکہ ویسی حالت سے ہم اور دوسرے لوگ بچ سکیں تو ایسے موقع پر ان کا نام نہیں لینا چاہیے؛ بلکہ یوں کہنا چاہیے: دیکھو! ایک عورت نے ایسا کیا تھا تو یوں نقصان ہوا تھا؛ اس لیے ہمیں ایسا کام نہیں کرنا چاہیے، نام لیے بغیر گول مول بتلانا چاہیے؛ تاکہ کام بھی ہو جائے اور اس بے چاری کی ذلتی بھی نہ ہو۔

جو کام کرو اچھا اور مضبوط کرو

اللہ تعالیٰ نے اِس آیت میں یہ لفظ ”مِنۢ بَعۡدِ قُوَّةٍ“ استعمال فرمایا، اس سے یہ

بات بھی سیکھنے کو ملی کہ جو کام بھی کرو مضبوط اور اچھے طریقے سے کرو، حدیث میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

عن عائشة رضی الله عنها أن رسولَ الله صَلّٰی اللهُ علیه و سلم قال:إِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ يُحِبُّ إِذَا عَمِلَ أَحَدُكُمْ عَمَلًا أَنْ يُّتْقِنَهُ (البیھقی)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ تم میں سے جب کوئی آدمی کوئی کام کرے تو اس کو بہت مضبوط کرے۔

یہ حدیث حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمائی کہ کوئی بھی کام کرو تو اس کو مضبوط کرو، پکا کرو، یہ چیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو بڑی پسند ہے۔

ایک اور چیز حدیث میں ارشاد فرمائی:

إِنَّ اللهَ كَتَبَ الإِحْسَانَ عَلٰی كُلِّ شَیْئٍ (مجمع الزوائد)

اللہ نے ہر چیز میں احسان یعنی اس کو اچھے طریقے سے کرنا یہ ضروری قرار دیا۔

آج کل ''کمزور کام کرنے'' کی ایک عادت بن گئی ہے، تعمیرات کمزور، استعمال کی چیزیں کمزور؛ یعنی اس کو جیسا پختہ اور مضبوط بنانا چاہیے ویسا نہیں بناتے، پھر تھوڑے دنوں کے بعد اس کو ٹھیک کروانا پڑتا ہے اور اسی میں لوگ لگے رہتے ہیں، آج کل یہ بہت افسوس اور دکھ کی بات ہے کہ ہمارا مکان، مسجد، مدرسہ کوئی بھی چیز مضبوط نہیں بناتے، چالیس، پچاس سال میں پھر اس کو بنانا پڑتا ہے، یہ اچھی بات نہیں ہے۔

آپ آکر دیکھو! دہلی میں ''جامع مسجد'' ہے، آگرہ میں مسجدیں ہیں، اتنی

مضبوط مسجدیں بنی ہیں کہ پانچ سو، چھ سو سال ہو گئے؛ لیکن ابھی تک وہ مسجدیں جیسی کی ویسی کھڑی ہیں، بنانے والوں کو کتنا زیادہ ثواب ملتا ہوگا؟

اِسی طرح گھر بھی مضبوط بناؤ، مضبوط گھر بنائیں گے تو پوتے، نواسے استعمال کریں گے اور دعا دیں گے کہ ہمارے دادا، دادی، نانا، نانی نے یہ مکان بنایا تھا، ہم بھی استعمال کر رہے ہیں۔

بہت سے لوگوں کا مزاج ہوتا ہے کہ جیسا ویسا کام کر ڈالتے ہیں یہ مناسب نہیں ہے، حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ہمیں ہر چیز اچھی طرح بنانے کی تعلیم دی ہے، جو کام تم کرو اچھے طریقے سے کرو، نماز اچھی، وضو اچھا، روزہ اچھا، گھر کا کام کاج بھی اچھا۔

اسی طرح اتنی محنت کر کے آپ روٹی بناؤ، سالن بناؤ تو ذرا اس کو اچھے ڈھنگ سے بناؤ، اس کو بگاڑو مت، یہ بگاڑ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔

ایک بہت ہی قیمتی مشورہ

میں اس کی مثال آج کل لوگوں کو یوں دیا کرتا ہوں کہ ایک بھائی ہمارے حضرت سے مسئلہ پوچھنے آیا کہ: یہ بناوٹی تانبے، پیتل، کانچ کی چوڑیاں وغیرہ پہننا، پہنانا جائز ہے کہ نہیں؟

اس کو ہمارے حضرت نے بہت اچھا جواب دیا کہ: یہ بناوٹی چیزوں کے پیچھے پیسے خرچ کرنے کے بجائے دس پندرہ مرتبہ بناوٹی چیزیں خریدنے کے پیسے جمع کر کے چاندی اور سونا پہنا دو تمھارا کام ہو جائے گا۔

آج کل کے اِس فیشن کے زمانے میں بہت ساری چیزیں جو صرف دکھاوے

(SHOW) کی ہوتی ہے، جس کو لوگ خریدتے ہیں اور اس پر پیسے خرچ کرتے ہیں، تھوڑے دن میں وہ خراب ہوجاتی ہیں، یا اس کی عمدگی اور چمک کم ہوجاتی ہے، پھر اس کو پھینک دیتے ہیں، اس کے بجائے پیسے جمع کر کے سونا، چاندی خریدلو، اپنے استعمال کے لیے چھوٹی چھوٹی چیزوں کے بجائے اچھی اور مضبوط چیز خریدلو ان شاء اللہ! دیر تک اس کا فائدہ ہوگا اور دیر تک اس کو استعمال کرنا نصیب ہوگا۔

فیشن والی چیزوں کی کوئی گارنٹی نہیں ہوتی

ایک جگہ فیشن کی ایک تھیلی تھی، اس پر ایک بات لکھی ہوئی تھی کہ:

"فیشن کے زمانے میں گارنٹی کی امید نہیں رکھنی چاہیے"۔

یعنی فیشن والی (FASHIONABLE) چیزیں ایسی کمزور بنتی ہیں کہ گارنٹی کی امید نہیں رکھنے کی، صبح سے شام تک بھی چل جائے تو تمھارے پیسے وصول؛ لیکن ہمارا دین ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ اس طرح اپنے پیسوں کو فضول برباد نہیں کرنا چاہیے۔

اِس واقعہ کا ایک اہم پیغام:

نیکیاں کر کے گناہوں سے برباد نہیں کرنا چاہیے

جس طرح کام کر کے برباد کردینے والی یہ عورت ہمیشہ کے لیے بے وقوف کہلائی ایسے ہی ہم نیکیاں کر کے اس کو گناہوں سے برباد کردیتے ہیں تو ہم بھی اللہ تعالیٰ کی نظر میں بے وقوف ہوئے۔

بہر حال! اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اس عورت کا واقعہ بیان فرمایا اور یہ ترغیب دی کہ بلا ضرورت عہد اور وعدے مت کرو اور اگر ضرورت کے وقت معاہدے کرو تو اس کو پورا کرو، سب سے بڑی چیز اپنی زندگی کے ٹائم کی قدر کرو، یہ عورت جس طرح کرتی تھی اس طرح اپنے ٹائم کو برباد مت کرو۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کا

ظہار کا واقعہ

(حصہ ۱:)

اقتباس

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں حضور ﷺ کے بالکل قریب تھی؛ لیکن میں نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی پوری بات نہیں سنی، تھوڑی سنی اور تھوڑی نہ سن سکی۔

اِس سے اندازہ لگاؤ کہ! حضرت خولہ رضی اللہ عنہا حضور کے پاس اپنے شوہر کی شکایت کرنے گئی ہے؛ لیکن اتنا آہستہ آہستہ بول رہی ہے کہ ماں عائشہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کا سر مبارک دھو رہی ہیں، اتنی قریب ہے پھر بھی ماں عائشہ رضی اللہ عنہا کو آواز سنائی نہیں دی؛ حالاں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی عورت تھی، وہاں آواز میں پردے کی کوئی بات نہیں تھی۔

اِس میں عورتوں کے لیے ایک بہت بڑی نصیحت ہے کہ فریاد اور شکایت کرتے وقت آواز بہت اونچی نہیں ہونی چاہیے، ہر حال میں آواز دھیمی رکھنی چاہیے، شریعت نے عورت کی آواز میں بھی پردہ رکھا ہے۔

آج تو ہماری بہنیں بچوں کو ڈانٹتی ہیں تو وہ بھی محلے میں سنائی دیتا ہے، شوہر بیوی میں ''تو تو، میں میں'' ہوتی ہے تو اڑوس پڑوس اور محلے میں آواز سنائی دیتی ہے، یہ بہت غلط طریقہ ہے، حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے یہ ادب سیکھو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً ۔۔۔اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَدْسَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِیْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ① اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ② (المجادلة)

ترجمہ: (اے نبی!) یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس عورت کی بات سن لی جو اپنے شوہر کے بارے میں تم سے بحث کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے فریاد کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کے سوال و جواب (یعنی بات چیت) کو سن رہے تھے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر بات کو سننے والے، ہر چیز کو دیکھنے والے ہیں ﴿۱﴾ جو لوگ تم میں سے اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں تو (اس کہنے سے) وہ بیویاں (حقیقت میں) ان کی مائیں نہیں ہو جاتیں، ان کی (حقیقی) مائیں وہی عورتیں ہیں جنھوں نے ان کو جنم دیا اور یقیناً

وہ (ظہار کرنے والے) بہت بُری اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ تو بہت ہی معاف کرنے والے، بڑے بخشنے والے ہیں (تیسیر القرآن)۔

سورۂ مُجادلہ کی وجہِ تسمیہ اور ایک خوبی

یہ اٹھائیسویں پارے کی آیتیں ہیں، یہاں سے ایک نئی سورت شروع ہوتی ہے جس کا نام "سورۃُ المُجَادَلَۃ" ہے۔ مجادلہ کا مطلب ہوتا ہے: بحث ومباحثہ، جھگڑا۔ ایک صحابیہ عورت نے اپنے شوہر کے ساتھ ہوئی لڑائی کے بارے میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے ساتھ بحث ومباحثہ کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے اِس سورت میں اُس واقعے کو بیان فرمایا ہے؛ اِس لیے اِس پوری سورت کا نام "سورۂ مجادلہ" ہوگیا۔ وجہِ تسمیہ کی یہ ایک حکمت سمجھ میں آتی ہے۔

اِس سورت کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس کی تمام کی تمام بائیس (۲۲) آیتوں میں ہر ہر آیت میں اللہ تعالیٰ کا مبارک نام آیا ہے۔

اِس واقعے سے ایک بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ عورت اور اس کے شوہر کے درمیان کچھ بحث ومباحثہ اور جھگڑے کا ہونا یہ پرانی بات ہے اور ایسے جھگڑے کی باتیں عورتیں دوسروں کو بتلاتی بھی ہیں۔

زمانۂ جاہلیت میں عورتوں پر مظالم

اِس واقعے سے پہلے ایک بڑی اہم بات سمجھ لینی چاہیے کہ آپ ﷺ جس زمانے میں نبی بنا کر بھیجے گئے تھے اس وقت عورتوں پر بہت زیادہ ظلم ہوتے تھے،

معصوم لڑکیوں کو زندہ زمین میں دفن کر دیتے تھے، ظلم کرنے کے لیے خواہ مخواہ عورتوں کو ایسے ہی چھوڑ دیتے تھے، نکاح کرنے کے بعد نہ اس کا حق ادا کرتے تھے، نہ اس کو خرچ دیتے تھے، نہ اس کے ساتھ سوتے تھے، اس کو ایسے ہی چھوڑے رکھتے تھے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک طلاق دے دی اور عورت کو لٹکائے رکھا، طلاق دینے کے بعد اس کا نکاح ختم بھی نہ کرتے کہ وہ بے چاری دوسری جگہ شادی کر لیوے، نہ اپنی بیوی بنا لیتے کہ شوہر کی خوشی اور سکھ دیکھنے کو ملے، طلاق کی کوئی حد متعین نہ تھی، جتنی چاہے طلاق دیتے تھے اور پھر رجوع کر لیتے تھے، اور بعض مرتبہ اس سے بھی خطرناک ظلم کرتے تھے اور وہ خطرناک ظلم "ظِہار" کی شکل میں ہوتا تھا۔

ظہار کا مطلب

"ظہار" یہ عربی لفظ ہے۔ عربی زبان میں پیٹھ اور کمر کے حصے کو "ظَہْرٌ" کہتے ہیں، اسی سے یہ لفظ "ظہار" بنا ہے۔ ظہار کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شوہر اپنی بیوی کو کسی ایسی عورت کے ساتھ جو اس پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہے، جس سے وہ کبھی شادی نہیں کر سکتا، جیسے: ماں، بہن بیٹی، خالہ، پھوپھی، ان میں سے کسی کے بدن کے ساتھ یا بدن کے کسی ایسے حصے کے ساتھ تشبیہ دیوے جس کی طرف دیکھنا اس مرد کو منع ہو، مثلاً اپنی بیوی کو اپنی ماں یا بہن کی پیٹھ کی طرح بتلا وے اور بیوی کو یوں کہے: تو میرے لیے میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے، میری بہن کی پیٹھ کی طرح ہے، اِس کو شریعت کے قانون (LOW) میں "ظہار" کہتے ہیں۔

اُس زمانے میں ظہار کی حیثیت

حضرت نبیٔ کریم ﷺ جس زمانے میں تشریف لائے اس وقت یہ ظہار طلاقِ مغلظہ سے بھی زیادہ سنگین اور خطرناک چیز تھی، اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کے ساتھ ظہار کر دیا تو اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام سمجھا جاتا تھا۔ غرض لوگ اس زمانے میں عورتوں پر قسم قسم کے ظلم کرتے تھے، آج بھی ایسے بیوقوف مرد ہیں جو عورتوں پر ظلم کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کے دلوں میں اپنی بیوی کے لیے محبت پیدا فرمائے، حقوق ادا کرنے کا جذبہ پیدا فرمائے، ظلم سے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

''ظہار'' زبانی ظلم ہے

ایک ظلم تو ہاتھ اور بدن، عمل اور کام سے ہوتا ہے، اور ایک ظلم زبان سے ہوتا ہے، جیسے عورت کو بلا وجہ گالیاں دے رہا ہے، بلا وجہ عورت پر غصے ہو رہا ہے، بلا وجہ جھگڑے کر رہا ہے، بلا وجہ طلاق دے رہا ہے، بلا وجہ ظہار اور لعان کر رہا ہے، یہ سب چیزیں زبانی ظلم ہیں اور اسلام ہر طرح کے ظلم سے منع کرتا ہے۔

ظہار کرنا زبان سے ظلم کرنے کی ایک خطرناک شکل تھی اور اس کے علاوہ بھی غلط طریقے سے عورتوں پر ظلم ہوتے تھے۔

آپ ﷺ کی پیاری تعلیمات میں ہر مصیبت کا علاج ہے

اللہ تعالیٰ نے حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے ذریعے اتنی پیاری تعلیم دی، اتنا پیارا سبق دیا جس کے ذریعے زندگی کے کسی بھی شعبے میں کوئی بھی مصیبت ہو وہ مصیبت ختم

ہو جاتی ہے، ظلم مٹ جاتا ہے، عورتوں کو اطمینان سے زندگی گذارنے کا موقع ملتا ہے اور ظلم، مصیبت اور تکلیف سے اس کی حفاظت ہوتی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی عنایت اور بہت بڑی مہربانی ہے۔

ظہار جاہلیت کے زمانے میں عورت کے لیے ایک بہت بڑا ظلم تھا، اسلام میں ظہار کے لیے جو قانون اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان کیا اس کے ذریعے حقیقت میں اس ظلم کو ختم کیا گیا اور مرد جو غلط بات بولتا تھا اس غلط بات کے بولنے کی اس کو سزا دی گئی؛ تاکہ آئندہ وہ خود کو غلط بات بولنے سے بچاوے۔

بیوی سے محبت کے اظہار میں بھی شریعت کی حد میں رہنا ضروری ہے

ساتھ میں ایک اہم ہدایت مرد، عورت دونوں کے واسطے یہ دی کہ شادی کے بعد کی زندگی میں مرد اور عورت دونوں کو اپنی زبان کی بہت زیادہ حفاظت کرنی چاہیے، کوئی بھی بات بولنے سے پہلے سوچنا چاہیے کہ اس بات کی وجہ سے کوئی بڑا حادثہ نہ ہو جائے، شوہر اپنی بیوی کے ساتھ محبت رکھے اور رکھنی چاہیے؛ لیکن محبت کو ظاہر کرنے کے لیے جب کوئی بات بولے تو بہت احتیاط سے سنبھل سنبھل کر بولے، شریعت کی حد میں رہ کر محبت کی بات بولے۔

ہر ایک سے محبت کا طریقہ الگ ہوتا ہے

یہی چیز دیکھ لو! آپ کے شوہر کو اپنی سگی ماں سے بھی محبت ہوتی ہے؛ لیکن ماں

کی محبت اور بیوی کے محبت میں بہت بڑا فرق ہے، اب اگر ایک شوہر محبت کے اندر ڈوب کر اپنی بیوی کو اپنی ماں جیسے الفاظ بول دیوے کہ: تو میری ماں جیسی ہے، تیری پیٹھ میری ماں کی پیٹھ جیسی ہے، تو یہ محبت کے بجائے بہت بڑا نقصان ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ نے محبت کی بھی حد بتلادی، محبت ظاہر کرنے کا طریقہ بھی سکھلایا۔

بیوی کو اچھے الفاظ سے بلانا چاہیے، خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ اپنی چہیتی اور لاڈلی بیوی ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ''حمیراء'' کہہ کر پکارتے تھے، حمیراء یہ پیار بھرا لفظ ہے، محبت بھرا لفظ ہے؛ لہٰذا شوہر اپنی بیوی کو محبت سے بلاوے، بیوی شوہر کو محبت سے بلاوے؛ لیکن جو بات بولے اس میں حد ہے، اگر اس کے بولنے میں قابو نہیں رہا تو محبت ظلم میں بدل جائے گی اور بڑا نقصان ہو جائے گا۔

نبیوں کی زبان پر بیوی کے لیے ادب بھرے الفاظ

قرآنِ کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے:

وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝۹ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۝۱۰ (طه)

ترجمہ: اور (اے محمد!) کیا تمھارے پاس موسیٰ (علیہ السلام) کا واقعہ پہنچا؟ ﴿۹﴾ جب ان (موسیٰ) کو (طور پہاڑ پر ایک) آگ نظر آئی تو اپنی بیوی سے کہا کہ: تم یہیں ٹھہرو، میں نے ایک آگ دیکھی ہے، شاید کہ میں اس میں سے تمھارے پاس کوئی شعلہ لے آؤں یا آگ کے پاس مجھے راستے کا پتہ (بتانے والا کوئی) مل جائے ﴿۱۰﴾

اس میں ''امکثوا'' جمع کا صیغہ ہے، اسی طرح ''اٰتیکم'' میں ''کُم'' جمع کی

ضمیر ہے۔

اس کی توجیہ حضراتِ مفسرین نے یہ کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی کو جمع کے صیغے سے خطاب کررہے ہیں، جس کا ترجمہ ہماری زبان میں ''آپ'' ہوتا ہے۔

ہم بھی اپنی بیوی کو اس طرح بلاوے: ''آپ یہاں تشریف لائیں''۔

یعنی ''آپ'' کے لفظ سے بلاوے، یا کم از کم ''تم'' کہیں۔

ہمارے یہاں توتوہین کے جتنے بھی الفاظ ہوسکتے ہیں اس کا اول خطاب بیوی سے ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ہماری زبان کی اصلاح فرمائے، آمین۔

نکاح کے خطبہ میں پڑھی جانے والی آیتوں میں تقوے کی تاکید

ہمارے یہاں جب نکاح ہوتے ہیں تو تین آیتیں پڑھنا سنت ہے اور تینوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیا گیا اور ڈرنے میں ایک خاص بات یہ ہے کہ شادی سے پہلے مرد جیسا چاہا ویسا بولا، عورت جیسے چاہے ویسے بولی، اگرچہ اس میں بھی شریعت کے قانون کا لحاظ رکھنا تھا؛ لیکن شادی کے بعد شوہر کو بہت سنبھل سنبھل کر بولنا ہے، اگر بولنے میں ذرا سی بھی غلطی ہوگئی تو پوری زندگی کا نقصان ہوسکتا ہے۔

طلاق کوئی گالی نہیں ہے

طلاق کوئی گالی تھوڑی ہے؟ بعض مردوں نے طلاق کو گالی سمجھ رکھا ہے کہ کسی انسان کے ساتھ جھگڑا ہوتا ہے تو گالی بولتے ہیں؛ اگرچہ یہ منافق کی نشانی ہے، حدیث میں آتا ہے کہ: منافق کی چار نشانیاں ہیں، اس میں ایک نشانی یہ ہے کہ کسی کے ساتھ لڑائی جھگڑا ہوجاوے تو گالی گلوچ کرے، فسق وفجور کی باتیں بولے؛ اس لیے دینی بہنو!

ہم کو کسی کے ساتھ جھگڑا ہی نہیں کرنا اور اگر خدانہ خواستہ کسی سے جھگڑا ہو جائے تو گالی گلوچ اور اِدھر اُدھر کی باتیں نہیں بولنی چاہیے، سچی بات بولیں۔

بہر حال! جب مرد کسی پرائے مرد سے لڑتا ہے تو گالی بولتا ہے اور بیوی سے لڑتا ہے تو طلاق بولتا ہے؛ گویا نَعُوْذُ بِاللہ - طلاق کو بھی گالی سمجھ لیا، یہ بہت بڑا ظلم ہے، بہت بڑا غلط کام ہے۔ اسلام سے پہلے ایسے بڑے بڑے ظلم ہوا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو بھیج کر ایسے ظلم ختم کروائے، عورتوں کو حقوق عطا فرمائے، عورتوں کو عزت کے ساتھ زندگی گزارنے کا مقام عطا فرمایا۔

صاحبِ واقعہ کا نام اور تعارف

اِس آیت میں جس عورت کا قصہ ہے ان کا نام اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان نہیں فرمایا؛ لیکن نام جان لینا ایک فضیلت کی چیز ہے، عزت اور شرافت کی چیز ہے؛ اس لیے کہ ان کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمایا ہے، اُس عورت کا نام ''حضرت خولہ رضی اللہ عنہا'' تھا۔ آج کل لوگ بیٹیوں کے نئے نئے نام ڈھونڈتے ہیں اور ایسے ایسے نام ہم کو بتلاتے ہیں جس میں کوئی دم بھی نہیں ہوتا ہے، ایک دم معمولی نام ہوتے ہیں، نئے نام رکھنے ہوں تو صحابیہ عورتوں کے نام رکھو۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے ابّا کا نام ''ثعلبہ'' تھا، انصاریہ عورت تھیں، ان کی شادی حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی۔

مرد کا بھی نیا نام آ گیا، یہ صحابی کا نام ہے، اِس آیت میں ان کا قصہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے، مشہور صحابی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی ہوتے ہیں۔

خوب صورتی اور مال داری خدا کی بہت بڑی نعمت ہے، اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے

روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا خوب صورت تھی؛ لیکن مزاج میں تھوڑا غصہ تھا اور ایسا ہوتا ہے؛ حالاں کہ ایسا کرنا نہیں چاہیے، اللہ تعالیٰ نے خوب صورتی دی ہے، مال دار گھر کی بیٹی بنایا ہے تو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے، اس کی وجہ سے مزاج میں غصہ نہیں لانا چاہیے اور اپنے آپ کو بڑا نہیں سمجھنا چاہیے۔

صورتِ واقعہ

ایک مرتبہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نماز پڑھ رہی تھی، نماز کے درمیان ان کے شوہر حضرت اوس رضی اللہ عنہ کی نظر ان پر پڑی — اندازہ ایسا ہے کہ رکوع یا سجدے کی حالت میں بیوی کو انھوں نے پیچھے کی طرف سے دیکھا ہوگا — حضرت اوس رضی اللہ عنہ کے دل میں اپنی بیوی کے ساتھ اپنی ضرورت پوری کرنے کا ارادہ پیدا ہوا — محبت ایسی چیز ہے کہ کون سی ادا پسند آجاوے ہم کہہ نہیں سکتے — جب وہ نماز سے فارغ ہوئی تو انھوں نے اپنی بیوی کو اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے بلایا، حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے انکار کر دیا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت اوس رضی اللہ عنہ کو کچھ بیماری تھی؛ شاید دماغ کی کمزوری تھی اور دماغ کی کمزوری میں ان کو کبھی کبھی دورہ پڑتا تھا اور اسی حالت میں انھوں نے اپنی بیوی کو بلایا اور بیوی نے انکار کر دیا، اس پر حضرت اوس رضی اللہ عنہ کو غصہ آگیا اور غصے میں انھوں نے اپنی زبان سے بول دیا کہ: تو میرے لیے ایسی ہے جیسی میری ماں

کی پیٹھ ہے۔

پھر حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ شرمندہ ہوئے کہ میں نے یہ کیا بول دیا۔

ہمیشہ سوچ سمجھ کر بولنا چاہیے؛ ورنہ بعد میں افسوس ہوتا ہے

عموماً ایسا ہی ہوتا ہے کہ غصے میں میاں بیوی کچھ بول دیتے ہیں، کوئی نامناسب بات ہوجاتی ہے اور بعد میں دونوں کو پچھتاوا ہوتا ہے۔ حضرت اوس رضی اللہ عنہ نے بول تو دیا؛ لیکن ان کو بعد میں بہت افسوس ہوا، اور نہایت شرمندگی ہوئی۔

میاں بیوی کا آپس میں مباحثہ اور معاملہ آپ ﷺ کی خدمت میں

حضرت اوس رضی اللہ عنہ اپنی بیوی خولہ رضی اللہ عنہا سے کہنے لگے کہ: میرے خیال میں مسئلہ ایسا ہے کہ اب تو میرے لیے ہمیشہ حرام ہوگئی ہے۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کہنے لگی: نہیں! اللہ کی قسم! طلاق نہیں ہوئی۔

شوہر کہہ رہے ہیں: تو ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی۔ دونوں میں تکرار ہونے لگی۔

یہ وہ زمانہ تھا جب کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ دنیا میں موجود تھے، قرآن اتر رہا تھا؛ لہذا حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے سوچا کہ میں نبیٔ کریم ﷺ کے پاس جاؤں اور حضور ﷺ کو پوری بات بتلاؤں؛ تاکہ حضور ﷺ سے مجھے کوئی رہنمائی ملے، فوراً وہ حضور کو پوچھنے کے لیے روانہ ہوگئیں۔

کیسے پاکیزہ جذبے والی وہ عورت تھی کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں جاکر اپنا معاملہ پیش کر کے شریعت کا حکم معلوم کرتی ہے!!!

شریعت کے مطابق عمل کرنے کا جذبہ اپنے اندر پیدا کرو

اِس سے یہ بات سیکھنے کو ملی کہ اگر ازدواجی زندگی (FAMILY LIFE) میں ایسا کوئی مسئلہ (PROBLEM) ہو جائے تو شریعت کا قانون مسئلے مسائل کے جاننے والوں سے پوچھنا چاہیے۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمارا پرائیویٹ معاملہ ہے، اس میں کسی "مولوی، مفتی" سے کیا پوچھنا؟ اللہ تعالیٰ ایسے پاگل پنے (MENTALITY) سے ہماری حفاظت فرماوے، آمین۔

آج ایسا غلط طریقہ چل پڑا ہے کہ شوہر طلاق دے دیتا ہے، پھر بھی میاں بیوی ساتھ میں رہتے ہیں، بیس بیس، پچیس پچیس برس ساتھ میں رہتے ہیں، کتنا بڑا غلط کام ہے! کیا دل میں اللہ کا ڈر نہیں ہے؟ شریعت کے قانون کا ڈر نہیں ہے؟

کہتے ہیں کہ: طلاق دی، اس کو کسی نے نہیں سنا، کوئی اس وقت موجود نہیں تھا۔

کسی نے نہیں سنا تو اللہ تعالیٰ نے تو سنا ہے، اِس بات کا ڈر نہیں ہے؟

شوہر نے کوئی غلط بات بول دی تو یقیناً وہ ظالم ہے؛ لیکن شریعت کا مسئلہ مسئلہ ہے، کوئی غلطی سے گولی مار دے تو سامنے والا مر جاتا ہے، وہ گولی یہ نہیں دیکھتی کہ بھول سے ماری ہے، اسی طرح طلاق دے دی تو وہ پڑ گئی، چاہے بھول سے دی ہو، چاہے غلطی سے دی ہو۔

لہٰذا شریعت کے مطابق عمل کرنے کا جذبہ اپنے اندر پیدا کرو کہ اللہ اور رسول کا حکم ہر حال میں پورا کرنا ہے، دنیا کی زندگی بہت معمولی اور چھوٹی سی ہے، اصل آخرت

کے جواب کی فکر رکھو۔

اِس لائن کے چند ضروری مسائل

آگے کا واقعہ سننے سے پہلے چند ضروری دینی باتیں بتلانا مناسب سمجھتا ہوں، اِس لائن کے مسئلے مسائل بہت کھل کر پہلے مسجد میں مردوں کے سامنے بیان کر چکا ہوں؛ لیکن شریعت کی کچھ ضروری باتیں جو آپ کے متعلق ہیں وہ بہت احتیاط کے ساتھ آپ کو بھی سنا دیتا ہوں۔

اللہ کی ناراضگی اور پوری رات فرشتوں کی لعنت

بخاری شریف اور مسلم شریف میں ایک حدیث ہے، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ رَجُلٍ يَدْعُوْ اِمْرَأَتَهُ اِلٰى فِرَاشِهَا فَتَأْبٰى عَلَيْهِ اِلَّا كَانَ
الَّذِيْ فِيْ السَّمَاءِ سَاخِطًا عَلَيْهَا حَتّٰى يَرْضٰى عَنْهَا وَفِي رِوَايَةٍ: بَا
غَضْبَانَ عَلَيْهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ

جب کوئی شوہر اپنی بیوی کو بستر پر اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے بلاوے اور بیوی انکار کر دے تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں؛ یہاں تک کہ وہ شوہر اس عورت سے راضی ہو جائے۔

ایک حدیث میں یہ آیا ہے کہ: فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ عورت انکار کرنا چھوڑ دیوے اور شوہر کی بات مان لیوے۔

حدیث میں ’’رات‘‘ کا لفظ ہے؛ اس لیے کہ عام طور پر میاں بیوی اپنی ذاتی جسمانی ضروریات رات کو ہی پوری کرتے ہیں۔

لیکن حدیث کے شارحین لکھتے ہیں کہ: مطلب ہے انکار کرنا، چاہے دن میں منع کرے یا رات میں منع کرے، کسی بھی وقت انکار کیا تو اللہ کے فرشتے اس عورت پر لعنت یعنی بددعا کرتے ہیں؛ اس لیے شوہر کا دل چاہے اور وہ جماع کے لیے بلاوے تو انکار نہیں کرنا چاہیے۔

بیوی کے انکار کے سخت نقصانات

(۱) اگر بیوی انکار کرتی ہے تو شوہر دوسرا راستہ سوچنے لگتا ہے؛ یعنی گناہ کا راستہ سوچتا ہے۔

(۲) یہ چیز شوہر کے دل میں نفرت پیدا کرسکتی ہے۔

(۳) بعض مرتبہ یہ چیز طلاق تک چلی جاتی ہے۔

میرے پاس ایک میاں بیوی کا معاملہ حل (SOLUTION) کے لیے آیا، میں اللہ کو راضی کرنے کی نیت سے بیٹھا، شوہر اپنی بیوی کی شکایتیں کرنے لگا، جتنی بھی شکایتیں تھیں میں نے اس کو سمجھایا کہ اتنی صحیح ہیں اور اتنی غلط ہیں۔

اخیر میں اس نے مجھے کہا کہ: میری بیوی مجھے اپنی ضرورت بھی پوری نہیں کرنے دیتی۔ میں نے کہا کہ: اس شکایت پر میں کوئی تبصرہ (COMMENTS) نہیں کرتا؛ چوں کہ یہ چیز ایسی ہے جو شوہر کے دل میں نفرت پیدا کرسکتی ہے، بعض مرتبہ یہ چیز طلاق تک لے جانے کا ذریعہ بنتی ہے۔

صرف روٹی ہی جلے گی، ہماری زندگی نہیں جلے گی

روایتوں میں تو یہاں تک آیا ہے:عن طلق بن علی رضی الله عنه أن رسولَ الله صلی الله علیه و سلم قال:إِذَا دَعَا الرَّجُلَ زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهِ فَلْتَأْتِهِ وَإِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّوْرِ (الترمذي والنسائی)

یعنی اگر عورت چولہے پر روٹی بنا رہی ہے اور شوہر کی طرف سے اس کو بلایا گیا تو اس کو چاہیے کہ شوہر کی بات پوری کرے۔

اِس میں یہ ہوسکتا ہے کہ روٹی جل جاوے، کھانا بگڑ جاوے؛لیکن وہ شوہر کی ضرورت پوری کرے، روٹی ہی تو بگڑے گی؛لیکن ہماری زندگی نہ بگڑے، شوہر طلاق تک نہ چلا جاوے، پوری زندگی خطرے میں نہ پڑ جاوے، اس کا خاص لحاظ رکھنا چاہیے۔

وہ اعذار جن کی وجہ سے عورت انکار کرسکتی ہے

(۱) ہاں! اگر کوئی شرعی رکاوٹ ہے، مثلاً عورت حیض (m.c) یا نفاس (l.c) کے دنوں میں ہے اور منع کردیوے تو یہ شریعت کی طرف سے حق ہے۔

(۲) اسی طرح بیمار ہے، اتنی بیمار ہے کہ ایسی بیماری میں اس کی طبیعت تیار نہیں ہے تو منع کرسکتی ہے۔

(۳) دن میں بے موقع بلایا جب خلوت اور جماع بظاہر مشکل ہو، تب بھی انکار کی گنجائش ہے۔

(۴) رمضان کا مہینہ ہے اور فرض روزہ رکھا ہے اور انکار کردیوے تو کوئی گناہ نہیں ہے، شریعت نے یہ اجازت دی ہے۔

شوہر کے دل میں بیوی کے متعلق نفرت پیدا نہ ہو اس کے لیے شریعت کا اہتمام

سفر سے واپسی پر پہلے سے گھر والوں کو اطلاع

ہماری شریعت تو ایسی پاکیزہ ہے کہ اگر کوئی شوہر گھر سے کہیں گیا ہو اور گھر واپس آرہا ہو تو حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا کہ: اچانک گھر مت پہنچو؛ بلکہ پہلے سے اطلاع دے دو؛ تاکہ بیوی کچھ ٹھیک ٹھاک ہو جاوے، صاف ستھری ہو جاوے۔

عن جابر بن عبدِ الله رضی الله عنهما قال: كُنَّامَعَ رسولِ الله صلى الله عليه و سَلَّمَ في غَزَاةٍ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ فَقَالَ رسولُ الله صلى الله عليه وسلم: أَمْهِلُوْا حَتّٰى نَدْخُلَ لَيْلًا أَيْ عِشَاءً كَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيْبَةُ (البخاری والمسلم)

ترجمہ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جہاد میں تھے، جب ہم مدینہ کے قریب پہنچ گئے تو ہم نے اپنے گھروں میں داخل ہونے کی اجازت چاہی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھہر جاؤ! تم رات کو یعنی شام کے وقت داخل ہونا؛ تاکہ پراگندہ بالوں والی عورت کنگھی کر لے اور جس کا شوہر گھر سے غائب تھا وہ زیرِ ناف بالوں کو صاف کر لے۔

پرانے زمانے میں آج کی طرح یہ موبائل، ٹیلی فون سب انتظامات نہیں تھے کہ آنے کی اطلاع دے دی جائے، شوہر سفر سے واپس آرہا ہے تو اچانک گھر پہنچنے سے

منع فرمایا، اس کا ایک نقصان یہ ہوسکتا ہے کہ شوہر کے گھر میں نہ ہونے کی وجہ سے بیوی میلی کچیلی ہو، زیب وزینت نہ کی ہو اور شوہر اچانک گھر آگیا اور میلے کپڑوں میں بیوی کو دیکھا تو ہوسکتا ہے کہ شوہر کے دل میں بیوی کے لیے نفرت پیدا ہو جاوے اور یہ چیز ان کے لیے —نَعُوْذُ بِاللّٰہ— طلاق کا ذریعہ بن جاوے۔

اندازہ لگاؤ! حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے کتنی احتیاط کی بات فرمائی!!!

شوہر کے دل میں بیوی کے بارے میں نفرت پیدا نہ ہو اس کے لیے شریعت کتنا اہتمام کرتی ہے!!!

زمانۂ جاہلیت میں ''ظہار'' کی وجہ سے عورت ہمیشہ کے لیے حرام سمجھی جاتی تھی

بہر حال! حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نماز پڑھ رہی تھیں، ان کی کوئی ادا پر شوہر کے دل میں ارادہ پیدا ہوا، اپنی بیوی کو بلایا، انھوں نے انکار کر دیا تو اس پر حضرت اوس رضی اللہ عنہ نے یہ ظہار کے الفاظ بول دیے اور جاہلیت کے زمانہ میں اس طرح کے الفاظ بولنے کی وجہ سے بیوی کو ہمیشہ کے لیے حرام سمجھا جاتا تھا، اب یہ بیوی حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے پاس پہنچتی ہے۔

شوہر کا سر دھونا خدمت بھی اور محبت بھی

حضرت نبیٔ کریم ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے سر مبارک کا ایک حصہ دھو رہی تھی۔

دیکھو! اندازہ لگاؤ! یہ کوئی مسئلہ نہیں؛ لیکن یہ خدمت بھی ہے، محبت بھی ہے کہ بیوی اپنے شوہر کا سر دھو دیوے، خدمت کی خدمت بھی ہے، محبت اور پیار بھی اس میں ہے۔

آپ ﷺ کے سامنے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کا دُکھڑا

خود ماں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا سر مبارک دھو رہی تھی، اتنے میں خولہ رضی اللہ عنہا آئیں اور کہنے لگیں کہ:

اے اللہ کے رسول! میں میرے شوہر اوس رضی اللہ عنہ کے لیے آئی ہوں، انھوں نے میرے ساتھ نکاح کیا جب میں نوجوان تھی، مال دار تھی، خاندان والی تھی، شادی کے بعد انھوں نے میرا مال کھایا— بیوی مال دار ہو تو شوہر کو کھلاتی ہے— میری جوانی ختم کر دی، میرا خاندان چھوٹ گیا۔

شادی کے بعد اپنے خاندان والوں سے تعلق باقی رکھنا چاہیے

بعض مرتبہ سسرال جانے کے بعد لڑکی سسرال کی ایسی ہو جاتی ہے کہ اپنے خاندان کو بھی بالکل چھوڑ دیتی ہے، یہ بھی غلط عادت ہے، خاندان والوں کے ساتھ، ماں باپ کے ساتھ، بھائی بہن کے ساتھ، چچا، نانا، ماموں کے ساتھ تعلق رکھنا چاہیے، ہاں! اپنے سسرال کی وجہ سے کم ہو جاوے تو کوئی حرج نہیں؛ لیکن بالکل ختم نہ ہو۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: حضور! میں جوان سے بوڑھی ہو گئی، اب میرے شوہر نے میرے ساتھ ظہار کیا اور ظہار کرنے بعد وہ پچھتا رہے ہیں، بتلائیے! کیا میں اور میرا شوہر پھر سے جمع ہو سکتے ہیں؟

آپ ﷺ کا جواب اور حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی حالت

آپ ﷺ نے فرمایا: ظہار والے معاملے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی حکم نہیں اتارا ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ تو اپنے شوہر کے لیے حرام ہوگئی، اب تم دونوں نہیں مل سکتے۔

جب حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی مبارک زبان سے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے یہ جواب سنا تو سنتے ہی وہ رونے لگی، شکوہ شکایت کرنے لگی، کبھی حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو کوئی بات کہتی اور یوں کہتی: اے اللہ کے رسول! میرے شوہر نے مجھے طلاق نہیں دی ہے؛ بلکہ صرف ظہار کیا ہے، پھر حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے آسمان کی طرف منہ اٹھایا اور کہنے لگیں: اے میرے اللہ! اب میں کیا کروں؟ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، اگر باپ کو دے دوں تو برباد ہو جائیں گے اور باپ کو بچے نہ دوں تو میں عورت ذات کہاں سے بچوں کو کھلاؤں گی؟ روتی رہی، سر پر ہاتھ مارتی رہی۔

ایک عجیب حکمت کی بات

حضور ﷺ اس عورت کی بات اطمینان سے سنتے رہے اور یہ بھی فلسفہ ہے، حکمت ہے کہ کوئی اپنی فریاد سناوے، دکھڑے سناوے، غم کی بات سناوے تو سن لینا چاہیے، اِس سے سامنے والے کا دکھ اور غم ہلکا ہو جاتا ہے۔

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ وہ کہنے لگی: أَللّٰهُمَّ أَشْكُو بَثِّي إِلَيْكَ۔

اے اللہ! میں آپ کی بارگاہ میں فریاد کرتی ہوں اور یوں کہا: اے اللہ! اپنے نبی کی مبارک زبان سے میری پریشانی کو آسان کر دیجیے۔

بعض روایتوں میں ایک عجیب بات بھی آئی ہے کہ: جب حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کو یوں فرمایا کہ: اللہ نے تیرے بارے میں کوئی چیز نہیں اتاری ہے تو اس عورت نے غم میں جواب دیا کہ: حضور! آپ پر ہر چیز کا حکم اترتا ہے میرے بارے میں کیا ہوا کہ کوئی وحی آپ پر نہیں آئی؟

اِس طرح کی باتیں عورتیں غصے میں بے قابو ہو کر بولتی ہیں، پھر بھی حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے اطمینان کے ساتھ ان کی بات سن لی، اللہ اکبر!

شوہر کی شکایت؛ لیکن آہستہ آواز سے

دینی بہنو! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں حضور ﷺ کے بالکل قریب تھی؛ لیکن میں نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی پوری بات نہیں سنی، تھوڑی سنی اور تھوڑی نہ سن سکی۔

اِس سے اندازہ لگاؤ کہ! حضرت خولہ رضی اللہ عنہا حضور کے پاس اپنے شوہر کی شکایت کرنے گئی ہے؛ لیکن اتنا آہستہ آہستہ بول رہی ہے کہ ماں عائشہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کا سر مبارک دھو رہی ہیں، اتنی قریب ہے پھر بھی ماں عائشہ رضی اللہ عنہا کو آواز سنائی نہیں دی؛ حالاں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی عورت تھی، وہاں آواز میں پردے کی کوئی بات نہیں تھی۔

عورتوں کے لیے اہم سبق اور نصیحت

اِس میں عورتوں کے لیے ایک بہت بڑی نصیحت ہے کہ فریاد اور شکایت کرتے وقت آواز بہت اونچی نہیں ہونی چاہیے، ہر حال میں آواز دھیمی رکھنی چاہیے،

شریعت نے عورت کی آواز میں بھی پردہ رکھا ہے۔

آج تو ہماری بہنیں بچوں کو ڈانٹتی ہیں تو وہ بھی محلے میں سنائی دیتا ہے، شوہر بیوی میں ''تو تو، میں میں'' ہوتی ہے تو اڑوس پڑوس اور محلے میں آواز سنائی دیتی ہے، یہ بہت غلط طریقہ ہے، حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے یہ ادب سیکھو۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت

آگے اللہ کی قدرت سنو! اللہ تعالیٰ کیسی زبردست قدرت اور طاقت والے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اتنی قریب ہیں؛ مگر ان کو آواز سنائی نہیں دی؛ لیکن میرے اللہ نے ان کی بات سن لی، اللہ تعالیٰ نے ان کی فریاد سن لی اور فوراً حضرت جبریل ﷺ کو قرآن کی آیت لے کر بھیجا:

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ①

ترجمہ: (اے نبی!) یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے شوہر کے بارے میں تم سے بحث کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے فریاد کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کے سوال و جواب (یعنی بات چیت) کو سن رہے تھے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر بات کو سننے والے، ہر چیز کو دیکھنے والے ہیں (تیسیر القرآن)

دعا کی قبولیت اور قیامت تک کے لیے آسانی

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی اور قیامت تک آنے والی عورتوں کے لیے

آسانی ہوگئی۔

میری دینی بہنو! اپنی خوش نصیبی پر جتنا بھی شکرادا کرو وہ کم ہے، ایک شوہر بیوی کا معاملہ ہوا، اللہ تعالیٰ نے ان کی برکت سے قیامت تک آنے والی عورتوں کے لیے آسانی کردی اور ایک دم آسان قانون قرآن میں نازل فرمادیا۔

نزولِ وحی اور اس کی کیفیت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: جب میں حضور ﷺ کے سر مبارک کا دوسرا حصہ دھونے لگی تو حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بولی کہ: اے اللہ کے رسول! میں آپ پر قربان جاؤں، میرے معاملے میں غور کیجیے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: اب میں حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے سامنے بولی کہ: اے خولہ! اپنی بات بند کر، بحث کرنا بند کر، کیا تو نبیٔ کریم ﷺ کے مبارک چہرے کو دیکھتی نہیں ہے؟ حضور ﷺ کے مبارک چہرے پر تجھے وحی اور قرآن اترنے کے آثار نظر نہیں آرہے ہیں؟

اس لیے کہ جب قرآن اترتا تھا تو حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا پورا چہرۂ مبارک بدل جاتا تھا، کبھی کبھی تو ایسی حالت ہوجاتی تھی جیسے کہ نیند جیسی حالت ہو، کبھی ایسی حالت ہوتی تھی کہ سخت ٹھنڈی میں پورے چہرے پر پسینہ آجاتا تھا۔

صرف منہ سے بولنے سے کوئی ماں نہیں بن جایا کرتی

جب وحی کا اترنا بند ہوگیا تو حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا:

تمھارے شوہر کو بلاؤ، میں ان کو سنا دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سے کیا حکم آیا ہے؟ چناں چہ کہا کہ: جاؤ! شوہر کو کہو کہ: اللہ تعالیٰ نے آسانی کردی کہ ظہار کرنے کی وجہ سے بیوی ہمیشہ حرام نہیں ہوگی، طلاق بھی نہیں ہوگی اور شوہر نے جو غلط بات بولی کہ اپنی بیوی کو اپنی ماں جیسا کہہ دیا، صرف منہ سے بولنے سے کوئی ماں نہیں بن جایا کرتی؛ اس لیے کہ ماں وہ ہوتی ہے جس کے پیٹ سے وہ پیدا ہوا! اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ ؕ

ترجمہ: ان کی (حقیقی) مائیں وہی عورتیں ہیں جنھوں نے ان کو جنم دیا۔

آج دنیا میں بہت سارے لوگ دوسری عورتوں کو بھی "ماں، ماں" کہتے رہتے ہیں، اس سے کوئی حقیقت میں ماں نہیں بن جایا کرتی، یہ شریعت کا قانون ہے۔

بیوی جو سگی ماں نہیں ہے اس کو ماں بولنا ایک منکر اور نامناسب بات ہے؛ لہٰذا انھوں نے جو غلط بات بولی تھی اس کی سزا یہ ہے کہ کفارہ دینا پڑے گا اور کفارے یہ ہے کہ: ایک غلام کو آزاد کردیوے۔

ظہار کے مختلف کفارے

غلام کو آزاد کرنا کوئی آسان نہیں تھا، پیسوں کے ذریعے ایک انسان کو خریدنا اور اس کو آزاد کرنا یہ بڑا کام تھا؛ اس لیے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: اے اللہ کے رسول! میرے شوہر تو غریب آدمی ہے، اس میں غلام آزاد کرنے کی طاقت نہیں ہے۔

اندازہ لگاؤ کہ! ایک عورت کے دل میں شوہر کی کتنی محبت ہوتی ہے کہ شوہر نے غلط بات بول دی تو بھی وہ اپنے شوہر کی سفارش کرتی ہے، حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے دل میں اپنے شوہر کے معاملے میں کیسا محبت کا جذبہ ہے!!!

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: اپنے شوہر کو کہو: دو مہینے کے لگا تار روزے رکھے۔ سزا تو بھگتنی پڑے گی، بیوی کو غلط بات بولی ہے، ایسے ویسے تو معاف نہیں ہوگا۔

اللہ اکبر! حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے دل میں اپنے شوہر کی بھلائی کا کیسا جذبہ ہے! اگر ہر بیوی کے دل میں اپنے شوہر کے لیے ایسا جذبہ آجاوے تو کبھی ازدواجی زندگی میں لڑائی جھگڑا نہ ہو۔

کہتی ہیں کہ: اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! میرے شوہر تو بہت بوڑھے ہیں، روزہ رکھنے کی طاقت نہیں ہے، کہاں وہ دو مہینے لگا تار روزے رکھ سکیں گے؟

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

نظم

(مکہ کی حاضری)

من جانب: مرتب (مفتی) محمود بارڈولی

بلدِ امین دکھایا	۱	کعبہ کا طواف کرایا
شکر ہے اللہ کا	۲	شکر ہے اللہ کا
پانی زم زم کا پلایا	۳	صفا مروہ پے چلایا
شکر ہے اللہ کا	۴	شکر ہے اللہ کا
کہاں یہ گنہگار قدم	۵	کہاں یہ شعائر اللہ
یہ میدان عرفات کا	۶	یہ جبل رحمت کا
یہ ہے وادئ منیٰ	۷	یہ ہے مشعرِ حرام
یہ سب کچھ دکھایا	۸	یہ سب کچھ دکھایا
شکر ہے اللہ کا	۹	شکر ہے اللہ کا

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کا

ظہار کا واقعہ

(حصہ ۲:)

اقتباس

میاں بیوی کی اِزدواجی زندگی میں مسائل کھڑے ہوجاویں تو اس آیت میں پہلے اس کے تین علاج بتائے گئے: (۱) نصیحت کرنا۔ (۲) بستر الگ کرنا۔

(۳) بہت نرمی کے ساتھ، تنبیہ کے انداز میں معمولی ہاتھ چلانا۔

اس کے بعد بھی مسئلہ حل نہ ہوسکے تو آگے فرمایا:

وَاِنۡ خِفۡتُمۡ شِقَاقَ بَیۡنِہِمَا فَابۡعَثُوۡا حَکَمًا مِّنۡ اَہۡلِہٖ وَحَکَمًا مِّنۡ اَہۡلِہَا ۚ اِنۡ یُّرِیۡدَاۤ اِصۡلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰہُ بَیۡنَہُمَا ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیۡمًا خَبِیۡرًا ﴿۳۵﴾

قرآن میں ’’حَکَم‘‘ کا لفظ ہے، یعنی: [۱] جھگڑوں میں فیصلہ کرنے کی صلاحیت ہو۔ [۲] علم ہو۔ [۳] دیانت دار ہو۔ [۴] سب سے بڑی اور اہم بات یہ ہے کہ حکَم کی نیت اور جذبات اچھے ہوں۔ آج تکلیف یہ ہے کہ جن لوگوں کو خاندان میں سے بلایا جاتا ہے پہلے سے ہی ضد والی نیت لے کر آتے ہیں کہ شوہر بیوی کو الگ کر کے رہیں گے اور ہماری بیٹی کو یا بہن کو گھر لا کر رکھیں گے، ایسی غلط نیت لے کر آتے ہیں تو برکت نہیں ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: اصلاح اور جوڑ کی نیت سے آوے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کی مدد کریں گے، میاں بیوی کے جھگڑوں کو ختم کروا دیں گے اور دونوں کے خاندان میں اِن شاءاللہ — جوڑ ہوجائے گا۔

ازدواجی زندگی میں رطب ویابس چلتا رہتا ہے، اس کی اصلاح کی یہ چار تدبیریں بتائی گئی؛ البتہ کوئی شخص ان چاروں باتوں پر عمل نہ کرے اور سیدھا طلاق ہی دے ڈالے تو واقع ہوجائے گی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُه وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِه وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْه وَنَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ يَّهْدِهِ اللهُ فَلَامُضِلَّ لَه وَمَنْ يُّضْلِلْه فَلَاهَادِیَ لَه وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّااللهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْک لَه وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ شَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُه،صَلَوَاتُ اللهِ تَبَارَک وَتَعَالٰی عَلَيْه وَ عَلٰی اٰلِه وَاَصْحَابِه وَذُرِّيَّاتِه وَ اَهْلِ بَيْتِه وَاَهْلِ طَاعَتِه، وَبَارَک وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً ۔۔۔اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝۲ وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۳ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۴ (المجادلة)

ترجمہ: جو لوگ تم میں سے اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں (مثلاً بیوی کو کہے: تو میرے لیے ماں کی طرح ہے) تو (اس کہنے سے) وہ بیویاں (حقیقت میں) ان کی مائیں نہیں ہو جاتیں، ان کی (حقیقی) مائیں وہی عورتیں ہیں جنھوں نے ان کو جنم دیا اور

یقیناً وہ (ظہار کرنے والے) بہت بُری اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ تو بہت ہی معاف کرنے والے، بڑے بخشنے والے ہیں﴿۲﴾اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں پھر وہ اپنی کہی ہوئی بات سے رجوع کرنا چاہتے ہوں تو ان کے ذمے ایک غلام کو آزاد کرنا (ضروری) ہے اس سے پہلے کہ وہ دونوں (میاں بیوی) آپس میں ایک دوسرے کو ہاتھ لگاویں، اس (کفارے کے حکم) سے تم کو نصیحت کی جارہی ہے اور جو کام بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کی پوری خبر رکھتے ہیں﴿۳﴾ پھر جس کو (غلام یا باندی) نہ ملے تو اس کے ذمے دو مہینے کے لگاتار روزے ہیں اس سے پہلے کہ وہ دونوں (میاں بیوی) آپس میں ایک دوسرے کو ہاتھ لگاویں، پھر جس شخص کو روزے کی بھی طاقت نہ ہو تو اس کے ذمے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے، یہ (حکم) اس لیے (دیا جارہا) ہے تاکہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور یہ (احکام) اللہ تعالیٰ کی (مقرر کی ہوئی) حدیں ہیں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے﴾ (تیسیر القرآن)

کل گذشتہ سے جاری بیان

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ چل رہا تھا، بات یہاں تک پہنچی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سے آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کو شریعت کا مسئلہ بتلایا اور پوری بات ان کو سمجھائی، اس میں ایک بات یہ کہی کہ: اپنے شوہر سے کہو کہ: ایک غلام آزاد کرے، حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کہنے لگی کہ: اے اللہ کے رسول! میرے شوہر تو غریب آدمی ہے۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا کہ: ان سے کہو کہ دو مہینے لگاتار روزے رکھے،

توحضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم! وہ تو بہت بوڑھے ہیں، روزے رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں۔

پھر حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا کہ: تم اپنے شوہر کو کہو کہ: ایک وسق کھجور ساٹھ مسکینوں کو کھلا دیوے، توحضرت خولہ رضی اللہ عنہا کہنے لگی کہ: میرے شوہر غریب ہے، ان کے لیے یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ وہ ایک وسق کھجور ساٹھ مسکینوں کو کھلاوے۔

نوٹ: ایک وسق کا حجازی صاع کے حساب سے جدید وزن ۱۲۵ ر کلو، ۱۷۱ ر گرام، ۲۰۰ ر ملی گرام ہوتا ہے اور عراقی صاع کے حساب سے ۱۸۸ ر کلو، ۹۵۶ ر گرام، ۸۰۰ ر ملی گرام ہوتا ہے۔

آپ ﷺ کی عجیب رحمت

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کتنے مہربان تھے، اللہ کے یہاں سے جو قانون آیا، جو کفارے کا حکم آیا اس کو بھی بتلا رہے ہیں اور اس کفارے کو ادا کرنے کے لیے مدد بھی کر رہے ہیں، کتنی بڑی مہربانی کہ حضرت اوس رضی اللہ عنہ کی زبان سے ایک بات غلط نکل گئی تھی، اس غلط بات کی جو سزا بھگتنی طے پائی تو اس پر بھی خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ مدد فرما رہے ہیں، جب ان کی بیوی نے کہا: حضور! ان میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ ساٹھ مسکینوں کو ایک وسق کھجور دیوے تو حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی بات نہیں، ایک عرق کے برابر کھجوریں ان کو دوں گا؛ لیکن جو کفارہ ہے وہ تو دینا ہی پڑے گا۔

نوٹ: ایک عرق کا حجازی صاع کے حساب سے جدید وزن ۶۲ ر کلو، ۹۴۳ ر گرام، ۶۰۹ ر ملی گرام ہوتا ہے اور عراقی صاع کے حساب سے ۹۴ ر کلو، ۸۷۴ ر گرام،

۴۰۰ ملی گرام ہوتا ہے۔(از: اوزان و مساحت مولانا اسماعیل صاحب کاپودروی)

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی محبت کا جذبہ پھر جوش میں آیا اور کہنے لگی کہ: ایک عرق کھجور آپ دیں گے اور ایک عرق کھجوریں خود دوں گی اور میرے شوہر کو کفارہ ادا کرنے میں مدد کروں گی۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: تم نے بہت اچھا کیا۔

پریشان حال شوہر پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے

دیکھو! کتنی پیاری بات فرمائی کہ شوہر بے چارہ کمزور ہے، کفارہ ادا نہیں کرسکتا تو خود بیوی ان کی مدد کر رہی ہے، حضرت نبیٔ کریم ﷺ ان کی مدد کر رہے ہیں، اِس واقعے میں حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے جب شکایت کی تھی وہ الفاظ آپ نے سنے، اس میں ایک بات یہ بھی کہی تھی کہ: انھوں نے میرا مال کھایا۔ اندازہ یہ ہو رہا ہے کہ حضرت اوس رضی اللہ عنہ مالی اعتبار سے کمزور تھے تو بیوی اپنی طرف سے اپنے شوہر پر بھی خرچ کرتی تھی۔

میری دینی بہنو! کبھی ایسا موقع ہو کہ شوہر بے چارہ پریشانی میں ہو اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو مال و دولت والا بنایا ہے تو آپ بھی شوہر کی ضرورت پورا کرنے میں مدد کرو، اللہ تعالیٰ اس پر آپ کو صدقہ کرنے کا ثواب عطا کریں گے، یہ بھی صدقے کی ایک قسم ہے۔

ہماری شریعت تو اتنی اچھی ہے کہ کوئی شوہر اپنی بیوی کو ضروری خرچہ دیتا ہے اس میں بھی اچھی نیت کرے گا تو اللہ تعالیٰ شوہر کو بھی صدقہ کرنے کا ثواب عطا کریں گے۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: جاؤ! اتنی کھجوریں ان کی طرف سے صدقہ کردو۔

اِس سے وکالت کا مسئلہ بھی ثابت ہوجاتا ہے، اس طرح کسی کو وکیل اور نائب بنانا جائز ہے۔

شوہر کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید

پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ: اپنے چچا کے لڑکے یعنی اپنے شوہر سے اچھا برتاؤ کرتے رہنا۔

اندازہ یہ ہے کہ حضرت اوس رضی اللہ عنہ اور حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے درمیان رشتے داری بھی ہوگی، جیسا کہ ہمارے یہاں ہوتا ہے کہ چچا کے لڑکے کے ساتھ شادی ہوگئی تو وہ شوہر بھی ہے اور چچا زاد بھائی بھی ہے، ماموں کے لڑکے سے شادی ہوگئی تو وہ ماموں زاد بھائی بھی ہے، ساتھ میں شوہر بھی ہے۔

خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے شوہر کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید فرمائی اور اس طرح دونوں کی زندگی پھر سے خوش وخرم اور مزے کے ساتھ گزرنے لگی۔

جب نااتفاقی ہوجائے تو ایک دوسرے سے معافی مانگ لیوے

دینی بہنو! اِس آیتِ کریمہ میں ایک جملہ ہے ﴿وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے، بڑے بخشنے والے ہیں، اِس سے پہلے مضمون ہے ﴿وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا﴾ یعنی جو لوگ اپنی زبان سے بری بات بول دیوے، جھوٹ بات بول دیوے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہ کو معاف کردیتے ہیں، تو اسی طرح میاں بیوی کے درمیان گرما گرمی، بول چال ہوتی رہتی ہے، شوہر بیوی سے معافی مانگ لیوے اور بیوی شوہر سے معافی مانگ

لیوے، تو اللہ تعالیٰ ان کو زندگی میں بڑی خوشیوں سے مالا مال فرمائیں گے۔

ندامت اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے

پھر آیت میں ایک لفظ ہے ﴿ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا﴾ اِس ''يَعُودُونَ'' کا مشہور ترجمہ تو سب کو معلوم ہے؛ لیکن ایک ترجمہ ہے ''یندمون'' یعنی اپنی بولی ہوئی بات پر ان کو ندامت ہوئی، شرمندگی ہوئی تو یہ چیز اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے، اللہ تعالیٰ اس سے بہت خوش ہوتے ہیں؛ اس لیے میری دینی بہنو! کبھی کوئی غلط بات زبان سے نکل جائے تو سچے دل سے ندامت کے ساتھ شوہر سے معافی مانگ لو، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لو اللہ سبحانہ وتعالیٰ معاف کردیں گے، شوہر کی طرف سے بھی معافی ہوجائے گی اور آپ کی زندگی بڑی خوشی والی ہوجائے گی۔

ایک علمی نکتہ

آیت میں ایک اور لفظ ہے ﴿مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَّا﴾ یعنی دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کو ہاتھ لگاوے؛ یعنی پھر سے میاں بیوی والا تعلق شروع کرے اس سے پہلے ان کو کفارہ ادا کرنا ہے۔

اِس آیت میں ''يَتَمَاسَّا'' کا لفظ استعمال ہوا، قرآن میں دوسری جگہ پر بھی اس طرح کی تعبیر آئی ہے، ''مَسّ'' جس کو ہماری زبان میں چھونا (ہاتھ لگانا) کہتے ہیں، اِس لفظ سے ایک علمی نکتہ نکلتا ہے کہ شریعت اس معاملے میں ہمیں یہ تاکید کرتی ہے کہ کوئی پرایا مرد کسی عورت کو، کوئی عورت کسی پرائے مرد کو شہوت کے ساتھ ہاتھ نہ لگائے، یہی چیز گناہ کا ذریعہ بن سکتی ہے، اسی طرح گناہ شروع ہوتے ہیں، اِس سے بھی اپنے

آپ کو بچانے کی بہت سخت ضرورت ہے، شریعت ہم کو دور دور سے بھی گناہوں سے بچانے کا اہتمام کرتی ہے۔

اس واقعے سے حاصل ہونے والے فوائد

اِس واقعے سے اور بھی بہت ساری نصیحتیں ہم کو حاصل ہوتی ہیں:

اپنے حق کے لیے بحث ومباحثہ کرنا جائز ہے

ایک بات یہ سیکھنے کو ملی کہ حق اور سچائی کو ظاہر کرنے کے لیے حق کے ارادے سے پورے اخلاص کے ساتھ بحث ومباحثہ کرنا جائز ہے، دیکھو! حضرت خولہ رضی اللہ عنہا حق کی بنیاد پر حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ اپنا حق حاصل کرنے کے لیے شریعت کی حد میں رہ کر بحث ومباحثہ کرنا جائز ہے۔

میاں بیوی کے درمیان نااتفاقی کا قرآنی حل

(۲) دوسری ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ اگر شوہر کے ساتھ کچھ نااتفاقی ہو جائے تو اس کو پہلے آپس میں حل کرنا چاہیے اور اگر گھر میں حل نہیں ہوسکتا تو ذمے داروں کے پاس اور خاندان کے بڑے لوگوں کے پاس اور جو لوگ اس معاملے کو حل کر سکتے ہیں ان کے پاس جا کر اپنے جھگڑوں کو حل کروانا چاہیے، خود قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی:

وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا

كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ (النساء)

ترجمہ: اور جن عورتوں کی شرارت کا تم کو ڈر رہو تو تم ان (عورتوں) کو (پہلے) نصیحت کرو اور (اس سے کام نہ چلے تو) تم ان کو بستروں میں تنہا چھوڑ دو (یعنی مکان چھوڑ کر نہ چلے جاؤ؛ بلکہ بستر الگ کر دو) اور (اس سے بھی اصلاح نہ ہو تو) تم ان کو مارو، پھر اگر وہ تمھاری بات ماننے لگیں تو ان کے خلاف کارروائی کا کوئی راستہ تلاش نہ کرو، یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کے اوپر، سب سے بڑے ہیں (از تیسیر القرآن)

نوٹ: مارنے میں ان باتوں کا لحاظ ضروری ہے:

[۱] بدن پر نشان نہ پڑے۔

[۲] ہڈی نہ ٹوٹے۔

[۳] زخم نہ ہو۔

[۴] چہرے پر نہ مارے۔

اِس سلسلے کی تفصیلات کے لیے بندہ کے "پرسنل لاء" والے خطبات ضرور دیکھیں۔

میاں بیوی کی اِزدواجی زندگی میں مسائل کھڑے ہو جاویں تو اس آیت میں پہلے اس کے تین علاج بتائے گئے:

(۱) نصیحت کرنا۔

(۲) بستر الگ کرنا۔

(۳) بہت نرمی کے ساتھ، تنبیہ کے انداز میں معمولی ہاتھ چلانا۔

اس کے بعد بھی مسئلہ حل نہ ہو سکے تو آگے فرمایا:

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾

ترجمہ: اور اگر تم کو ان دونوں (یعنی میاں بیوی) کے درمیان آپس میں کش مکش بڑھ جانے کا ڈر ہے تو ایک انصاف کرنے والا، مرد کے گھر والوں میں سے اور ایک انصاف کرنے والا عورت کے گھر والوں میں سے (منتخب کرکے) بھیجو، اگر وہ دونوں (سچے دل سے) اصلاح کا ارادہ کرلیں گے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں (میاں بیوی) کے درمیان موافقت (یعنی جوڑ) کردیں گے (اچھی نیت پر اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ جوڑ ہو جاوے گا) یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے جاننے والے، بڑے خبر رکھنے والے ہیں۔

قرآن میں ''حَکَم'' کا لفظ ہے، یعنی:

[۱] جھگڑوں میں فیصلہ کرنے کی صلاحیت ہو۔

[۲] علم ہو۔ [۳] دیانت دار ہو۔

[۴] سب سے بڑی اور اہم بات یہ ہے کہ حَکَم کی نیت اور جذبات اچھے ہوں۔

قرآن میں یہ حَکَم کے لیے فرمایا گیا یعنی شوہر کے خاندان میں سے ایک ذمے دار آدمی آجاوے اور بیوی کے خاندان سے ایک ذمے دار سمجھ دار آدمی آجاوے، وہ دونوں بیٹھ کر میاں بیوی کی بات سن کر اس کا حل نکالنے کی کوشش کرے، ان دونوں ذمے داروں کی نیت اصلاح کی ہونی چاہیے، دونوں کے درمیان جوڑ کرانے کی نیت ہونی چاہیے تو اللہ تعالیٰ جوڑ کا کوئی راستہ بنادیں گے۔

آج تکلیف یہ ہے کہ جن لوگوں کو خاندان میں سے بلایا جاتا ہے پہلے سے ہی ضد والی نیت لے کر آتے ہیں کہ شوہر بیوی کو الگ کر کے رہیں گے اور ہماری بیٹی کو یا بہن کو گھر لا کر رکھیں گے، ایسی غلط نیت لے کر آتے ہیں تو برکت نہیں ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: اصلاح اور جوڑ کی نیت سے آوے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کی مدد کریں گے، میاں بیوی کے جھگڑوں کو ختم کروادیں گے اور دونوں کے خاندان میں اِن شاءَاللہ — جوڑ ہو جائے گا۔

ازدواجی زندگی میں رطب ویابس چلتا رہتا ہے، اس کی اصلاح کی یہ چار تدبیریں بتائی گئی؛ البتہ کوئی شخص ان چاروں باتوں پر عمل نہ کرے اور سیدھا طلاق ہی دے ڈالے تو واقع ہو جائے گی۔ (از تیسیر القرآن)

ضرورت کے موقع پر عورت گھر سے باہر نکل سکتی ہے

تیسری ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ ضرورت کے موقع پر عورت گھر سے باہر نکل سکتی ہے، جیسا کہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں گئی، لہذا اگر کوئی دینی ضرورت ہے، تعلیم میں جانا ہے، جماعت میں جانا ہے، مدرسے میں جانا ہے، مسئلہ پوچھنے کے لیے جانا ہے یا یہ کہ کوئی دنیوی ضرورت ہے، مثلاً بیمار ہے یا اپنے ماں باپ سے ملنے جانا ہے تو ایسے موقع پر گھر سے نکل سکتی ہے؛ لیکن مکمل پردے کے اہتمام کے ساتھ نکلے، شرعی مسائل کی رعایت کے ساتھ جاوے۔

مجبوری کی وجہ سے غیر محرم سے ضروری بات کر سکتی ہے

اس سے ایک بات یہ بھی سیکھنے کو ملی کہ ایسی ضرورت کے موقع پر کسی غیر محرم

سے مجبوری کے درجے میں ضروری بات چیت بھی کرسکتی ہے، جیسے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے حضرت نبیٔ کریم ﷺ سے بات کی؛ لیکن اس میں شریعت کے قانون کالحاظ رہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾ (الأحزاب)

ترجمہ: اے نبی کی عورتو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

(نوٹ: آیت میں جو حکم ہے وہ تمام مسلمان عورتوں کے لیے عام ہے؛ لیکن امہات المومنین کو اس حکم پر عمل خصوصی اہتمام کے ساتھ کرنا ہے)

اگر تم (اللہ تعالیٰ سے) ڈرتی ہو (امہات المومنین میں تقویٰ کا ہونا یہ ایک ظاہری بات ہے؛ لیکن یہ یاددہانی کرانی ہے کہ تمھاری فضیلت کی بنیاد تقویٰ ہے جس کا ہمیشہ لحاظ رہے) تو تم نزاکت (یعنی لچک) کے ساتھ بات نہ کیا کرو، سو (اس کی وجہ سے) جس کے دل میں روگ ہوتا ہے (منافقوں کے دلوں کے اندر ناپاک شہوت ہوتی ہی تھی؛ لیکن اگر کوئی مخلص ایمان والے کا دل حرام شہوت کی طرف مائل ہوا تو وہ بھی نفاق کا ایک شعبہ ہے اور دل کا ایک گناہ ہے) وہ لالچ کرنے لگے گا اور بھلائی والی باتیں تم کہا کرو۔

یعنی ایسی پھیکی بات جس میں نرمی نہ ہو، نزاکت نہ ہو، چوں کہ نزاکت والی بات سے سننے والے کے دل میں غلط شہوت پیدا ہوتی ہے؛ اس لیے عفت اور پاک دامنی کے قانون کے مطابق اُکھڑے ہوئے انداز میں بات کریں؛ تاکہ سامنے والے کے دل میں کوئی گندی لالچ پیدا نہ ہو۔ ظاہر بات ہے کہ ایسی نزاکت والی نرم بات

امہات المومنین کر ہی نہیں سکتی (ان کو سنا کر اُمّت کی عام عورتوں کو خاص تاکید ہے)

اس لیے عورت کی آواز میں جو ایک عام فطری، طبعی نرمی اور مٹھاس ہوتی ہے ایسے لہجے سے اجنبی مردوں کے سامنے ہر گز نہ بولیں؛ لیکن اتنا ضرور لحاظ رکھیں کہ سامنے والے کو اذیت اور تکلیف پہنچے اس انداز سے بھی کوئی عورت کسی مرد سے بات نہ کرے، یہ بد اخلاقی ہے)(تیسیر القرآن)

نیز ضرورت سے زیادہ بات نہ کرے، صرف کام کی مقدار میں بات کرے، جیسے کہ ڈاکٹر کے پاس گئے تو صرف اپنی بیماری کی بات کرے، اس سے زیادہ بات نہ کرے، نرم و نازک لہجے میں بات نہ کرے، ذرا اکھڑے ہوئے لہجے میں بات کرے، اس کا بھی خصوصی لحاظ رہنا چاہیے، بہتر تو یہ ہے کہ ایسے موقع پر بھی محرم مرد کے ساتھ ہی گھر سے باہر جاوے اور اگر شرعی سفر ہو تو مسئلے کے اعتبار سے بھی محرم کا ہونا ضروری ہے۔

مصیبت کے موقع پر اللہ ہی سے شکایت کرنی چاہیے

ایک بات یہ بھی سیکھنے کو ملی کہ چاہے کوئی بھی تکلیف پیش آئے دنیا میں کسی اور کو کہنے کے بجائے پہلے اللہ کی بارگاہ میں دعا کرنی چاہیے، اللہ کے دربار میں شکایت کرنی چاہیے، یہاں پر بھی وہ عورت حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں آئی اور اللہ کی بارگاہ میں فریاد کر رہی ہے "وتشتکی الی اللہ" اللہ کی بارگاہ میں شکایت کر رہی ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا قصہ قرآن میں موجود ہے:

قَالَ اِنَّمَاۤ اَشۡكُوۡا بَثِّىۡ وَحُزۡنِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ (یوسف:۸۶)

ترجمہ: (یعقوب علیہ السلام نے) کہا میں اپنے رنج و غم کی فریاد صرف اللہ تعالیٰ

ہی کے سامنے کرتا ہوں۔

اس لیے دینی بہنو! زندگی میں کوئی مصیبت کا موقع آئے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ضرورت کو ضرور پورا فرماتے ہیں، ان کی مشکلات کو اللہ تعالیٰ دور فرماتے ہیں۔

مسئلہ کا حل جاننے والوں سے ہی حاصل کرنا چاہیے

اِس واقعے سے ایک بات یہ بھی سیکھنے کو ملی کہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا اپنے ماں باپ یا اپنے بھائی یا اپنے کسی رشتے دار کے پاس فریاد کرنے نہیں گئیں؛ بلکہ سیدھی حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں آئیں؛ لہٰذا جو علم والے ہوں، اللہ والے ہوں ان کی خدمت میں جا کر اپنے مسائل کا حل ڈھونڈنا چاہیے، قرآن میں بھی ہے:

فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾ (النحل)

ترجمہ: اگر تم کو خبر نہیں ہے تو جو علم والے ہیں ان سے پوچھ لو۔

یعنی تم اگر جانتے نہیں ہو تو جاننے والوں سے پوچھو، جن کے پاس علم ہے، سمجھ کا نور ہے، تقویٰ کا نور ہے ان کو اپنی مصیبت، تکلیف بتا کر ان سے رہنمائی حاصل کرو، ان سے مشورہ کرو تو — اِنْ شَاءَ اللہ — اللہ تعالیٰ تمھارے کام کو آسان فرمادیں گے۔

گناہ یا دنیوی مفاد کے لیے شوہر پر دباؤ ڈالنا مناسب نہیں

اِس سے پہلے جو سورۂ تحریم والا واقعہ گذرا تھا، اس میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا اپنی بعض ازواج کے ساتھ ایک معاملہ ہوا تو اُس واقعے کے اندر ایک نصیحت یہ بھی تھی

کہ کسی طرح بھی اپنے شوہر کے اوپر دباؤ کا ماحول بنانا مناسب نہیں ہے، اگر کوئی دین کی بات ہے، شریعت کی بات ہے، اس میں تم اچھے طریقے سے، شریعت کی حد میں رہ کر دباؤ ڈالو تو اچھی بات ہے، جیسے شوہر کو نمازی بنانے کے لیے، شوہر کو ڈاڑھی رکھوانے کے لیے، اسلامی لباس پہنانے کے لیے اچھے انداز سے دباؤ ڈالو تو یہ کسی درجے میں مناسب بھی ہے؛ لیکن اپنے دنیوی مطالبے پورے کرانے کے لیے اور شوہر کو شریعت کے خلاف کام کروانے کے لیے دباؤ ڈالنا یہ ہرگز مناسب نہیں ہے۔

شریعت کی جامعیت: سزائیں بھی غریبوں کا فائدہ

اللہ تعالیٰ کا احسان مانو کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو ایسا دین عطا فرمایا کہ اس کے اندر کفارہ اور سزائیں جو رکھی گئیں اُس میں بھی غریبوں کا فائدہ ہے، جیسے اِس قصے میں آپ نے سن لیا کہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے اور حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ایک ایک عرق کھجور سے مدد کی اور غریبوں کو تقسیم کرنے کے لیے فرما دیا، اتنا پیارا ہمارا مذہب ہے اور اتنا پیارا ہمارا دین ہے کہ اس میں سزاؤں میں بھی غریب کا فائدہ سامنے رکھا گیا:

روزے کا کفارہ ہے تو غریب کو کھلاؤ، غریب کو کپڑے پہناؤ۔

ظہار کا کفارہ ہے تو غریبوں کو کھجور تقسیم کرو، اناج تقسیم کرو، کھانا کھلاؤ۔ کتنا پیارا مذہب ہے کہ سزا کی سزا ہے، ساتھ ساتھ میں غریبوں اور مسکینوں کا فائدہ ہے۔

روزے والے کفارے میں نفس کی اصلاح

جہاں روزے آتے ہیں، جیسے قسم میں روزے کا بھی حکم ہے، ظہار میں بھی

پہلے روزے رکھنے کا حکم آیا تو روزے کے ذریعے اپنے نفس کی اصلاح ہے؛ اس لیے کہ جب آدمی روزے رکھتا ہے تو نفس کمزور ہوتا ہے، نفس کی شہوت ٹوٹتی ہے، اتنا پیارا ہمارا دین ہے کہ سزا اگر روزے کی ہے تو بدن کا فائدہ اور اگر مال والی سزا ہے تو اس میں غریبوں کا فائدہ۔

غلام اور باندی جس زمانے میں آزاد کیے جاتے تھے — ہوسکتا ہے قیامت سے پہلے ایسا زمانہ پھر سے آجائے — تو اس کفارے میں دیکھو! غلام باندی آزاد ہور ہے ہیں، انسان آزاد ہور ہے ہیں، انسانوں پر رحم ہو رہا ہے، کتنا پیارا ہمارا مذہب ہے!!!

اللہ تعالیٰ ہم سب کو مذہبِ اسلام پر یقین عطا فرمائے اور زندگی کی آخری گھڑی تک ایمان، اسلام، دین پر قائم فرمائے اور دنیا و آخرت میں ایمان والوں میں، اسلام والوں میں اللہ تعالیٰ ہمارا شمار فرمائے، کامل ایمان، کامل اسلام والوں میں قیامت کے دن ہمارا حشر و نشر فرمائے، اپنے فضل سے ہم سب کو اللہ جنت الفردوس عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

نعت

(مدینہ طیبہ کی حاضری)

من جانب: مرتب (مفتی) محمود بارڈولی

کہاں یہ شہرِ طیبہ	۱	کہاں یہ امتی عاصی
صلی اللہ علی سیدنا محمد	۲	صلی اللہ علی سیدنا محمد
کہاں یہ گنبدِ خضریٰ	۳	کہاں یہ نگاہِ عاصی
صلی اللہ علی سیدنا محمد	۴	صلی اللہ علی سیدنا محمد
دیدار ہو جو شہرِ طیبہ کا	۵	کرم ہے اس کا، فضل ہے اس کا
جس نے دیکھا شہرِ طیبہ	۶	صلی اللہ علیہ وسلم
کیا دولتِ عظمیٰ ہاتھ لگی	۷	سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم

حضور ﷺ کی گھریلو زندگی

کا ایک عجیب واقعہ

حضرت حفصہؓ اور عائشہؓ کا واقعہ

اقتباس

انسان کی جب ایک بیوی ہوتی ہے تو اس کے ساتھ مکمل حسن سلوک کرنا اور اچھا برتاؤ کرنا آسان ہوتا ہے؛ لیکن ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو ہر بیوی کے ساتھ محبت کا برتاؤ کر کے نبھانا بہت بڑا امتحان ہوا کرتا ہے، ایسے موقع پر بڑے بڑے انسان ہل جاتے ہیں، اس معاملے میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ بڑے مضبوط اور ثابت قدم تھے، حضور ﷺ نے برابر ہر ایک بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کر کے دکھایا، حضور ﷺ ذرہ برابر ہلے نہیں، یہ بھی حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا ایک معجزہ تھا، تمام بیویوں کا حق ادا کرتے تھے، ہر بیوی حضور ﷺ سے خوش رہتی تھی، ہر ایک کو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ حضور ﷺ کو میرے ساتھ بڑی محبت ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی،۔۔۔اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ oبِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ ۭ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ① قَدْ فَرَضَ اللّٰہُ لَکُمْ تَحِلَّۃَ اَیْمَانِکُمْ ۚ وَاللّٰہُ مَوْلٰـکُمْ ۚ وَھُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ② وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ حَدِیْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِہٖ وَاَظْھَرَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ عَرَّفَ بَعْضَہٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَھَا بِہٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَکَ ھٰذَا ۭ قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ ③ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰھَرَا عَلَیْہِ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰـہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَالْمَلٰۗئِکَۃُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَھِیْرٌ ④ (التحریم)

ترجمہ: اے نبی! جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے حلال کی ہیں تم اپنی بیویوں کی خوشی حاصل کرنے کے لیے (قسم کھا کر) ان کو کیوں حرام کرتے ہو؟ اور اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والے، بہت رحم کرنے والے ہیں ﴿۱﴾ پکی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے تمھاری قسموں (کی پابندی) سے نکلنے کا طریقہ مقرر کردیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمھارے کام بنانے والے ہیں اور وہ (اللہ تعالیٰ ہر کام کو) پوری طرح جاننے والے، بڑی حکمت والے ہیں ﴿۲﴾ اور (وہ واقعہ بھی یاد کرو) جب نبی نے اپنی کسی بیوی (یعنی حفصہ رضی اللہ عنہا) کو (راز کے طور پر) چپکے سے ایک بات کہی تھی، پھر جب وہ بات اس بیوی نے (کسی دوسری بیوی یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا کو) بتلادی اور اللہ تعالیٰ نے اس

بات کی اس (نبی) کو خبر دی تو اس (نبی) نے (اس راز کو ظاہر کرنے والی بیوی کو) کچھ بات جتلادی اور کچھ بات نظر انداز کردی (یعنی نہیں بتلائی) پھر جب اس (نبی) نے اس (راز ظاہر کرنے والی) بیوی کو (کچھ) بات بتلادی تو وہ (تعجب سے) کہنے لگی کہ: آپ کو یہ بات کس نے بتلادی؟ تو اس (نبی) نے کہا کہ: مجھے تو اس اللہ تعالیٰ نے جو) بڑے جاننے والے، بڑی خبر رکھنے والے نے اطلاع دی ﴿۳﴾ (اے نبی کی دونوں بیویاں!) اگر تم اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرلو (تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے) کہ تم دونوں کے دل اس کی طرف مائل ہو ہی گئے ہیں اور اگر تم دونوں نے اس (نبی) کے مقابلے میں ایک دوسرے کی مدد کی تو (یاد رکھنا کہ) یقیناً اللہ تعالیٰ اس (نبی) کا ساتھ دینے والے ہیں اور جبرئیل اور نیک ایمان والے بھی (ساتھ دینے والے ہیں) اور ان کے علاوہ فرشتے بھی مدد کرنے والے ہیں ﴿۴﴾

سورۂ تحریم

قرآنِ مجید کے اٹھائیسویں (۲۸) پارے میں ایک سورت ہے جس کا نام ”سورۃ التحریم“ ہے، یہ سورت مدنی ہے؛ یعنی حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے ہجرت کے بعد یہ سورت نازل ہوئی ہے، اِس سورت میں ایک واقعہ بیان کیا گیا جو خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے گھرانے، فیملی لائف میں پیش آیا تھا۔

اِس واقعے میں بڑی کام کی اور بڑی قیمتی نصیحت کی باتیں ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو سمجھ کر اپنی زندگی میں اپنانے کی اور دوسروں تک پہنچانے کی ہمیں توفیق عطا فرماوے، آمین۔

کسی حلال کو حرام کرنا اور حرام کو حلال کرنا ہمارے اختیار میں نہیں ہے

پہلے شریعت کا ایک مسئلہ سمجھ لو! جو چیز اللہ تعالیٰ نے حرام کی ہے اسے کوئی اپنی مرضی سے حلال نہیں کر سکتا، ہمارے دین میں حلال اور حرام کا اصلی اختیار اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اسی طرح جو چیز شریعت میں حلال ہو اس کو کوئی مرد یا عورت عقیدے کے اعتبار سے حرام ماننے لگے تو یہ بہت بڑا گناہ ہے اور کفر کا خطرہ ہے، مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے بکری، گائے اور بھینس کا دودھ حلال کیا ہے، اب کوئی کہے کہ: میرا عقیدہ ایسا ہے کہ میں دودھ کو حرام مانتا ہوں۔ تو یہ بہت بڑا گناہ ہے، اِس سے انسان کے کافر ہو جانے کا خطرہ ہے؛ بلکہ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ: وہ کافر ہو ہی گیا۔

کسی ضرورت کی وجہ سے حلال کو حرام سمجھنا؟

ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ کسی حلال چیز کو اپنے عقیدے کے اعتبار سے حلال سمجھے؛ لیکن کسی ضرورت یا کسی مصلحت کی وجہ سے قسم کھا کر اس کو اپنے اوپر حرام کر لیوے تو ایسا کرنا جائز تو ہے؛ لیکن اچھا نہیں ہے اور قسم توڑ کر کفارہ دینا ضروری ہے، جیسے کسی نے قسم کھالی کہ میں آج سے دودھ نہیں پیوں گا تو کسی ضرورت اور مصلحت کی وجہ سے قسم کھائی ہے تو یہ جائز تو ہے؛ لیکن بہتر نہیں ہے، قسم توڑ دیوے، دودھ پینا شروع کر دیوے اور قسم کا کفارہ ادا کر دیوے اور بغیر ضرورت اس طرح کی قسم کھا کر کسی حلال چیز کو حرام سمجھ لینا یہ گناہ کا کام ہے۔

ثواب کی نیت سے حلال چیز کو عملاً چھوڑ دینا؟

ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ کسی حلال چیز کو ثواب کی نیت سے ہمیشہ کے لیے عملاً چھوڑ دینا بدعت اور گناہ کا کام ہے، یہ ''رہبانیت'' کا ایک حصہ ہے جو ہمارے دین میں جائز نہیں ہے، جیسے بہت سارے لوگ ــ جو غلط سمجھ رکھتے ہیں ــ بعض چیزوں کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیتے ہیں اور اس چھوڑنے کو ثواب سمجھتے ہیں، یہ بدعت ہے اور گناہ کا کام ہے۔

بیماری کی وجہ سے کوئی حلال چیز چھوڑ دینا؟

البتہ جسمانی یا روحانی بیماری کی وجہ سے، کسی میڈیکل پروبلم کی وجہ سے اگر کوئی حلال چیز استعمال کرنا چھوڑ دیوے تو یہ جائز کام ہے، جیسے بعض لوگوں کو دودھ سے ایلرجی ہوتی ہے، دودھ پیا تو بیمار ہوگئے یا پیٹ میں کوئی تکلیف ہوگئی، اب وہ اس کو حلال سمجھے، لیکن جسمانی بیماری کی وجہ سے چھوڑ دیوے تو یہ جائز ہے۔

واقعہ کی ابتدا

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی فیملی میں ایک عجیب قصہ ہوگیا، اس قصے میں آپ کو فیملی لائف کی بہت ساری چیزیں إن شاء اللہ ــ سیکھنے کو ملے گی۔

خاندان کے اعتبار سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی خوش نصیبی

حضور ﷺ کی بیویوں میں ایک مبارک نام ''حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا'' کا ہے، یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں، یہ وہ خوش نصیب عورت ہے کہ ماں اور باپ دونوں کی طرف سے ان کا خاندان آگے جا کر حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے ساتھ مل جاتا ہے، ان

کے ابا حضرت عمر رضی اللہ عنہ قریشی ہیں اور ان کی ماں ''زینب بنت مظعون رضی اللہ عنہا'' بھی قریش کے خاندان سے ہیں ؛ یعنی ماں اور باپ دونوں کی طرف سے یہ قریشیہ عورت ہیں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے علی الاعلان نبی بنایا اس سے پانچ (۵) سال پہلے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش ہوئی تھی ، جس وقت مکہ کے قریشی کافروں نے کعبہ شریف کو پورا نیا بنایا تھا ، اس وقت حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی عمر مبارک پینتیس (۳۵) سال کی تھی ؛ گویا کہ اس بیوی اور حضور ﷺ کی عمر کے درمیان پینتیس (۳۵) سال کا فرق تھا۔ آپ کے ماموں حضرت عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ چودھویں ۱۴/ نمبر پر ایمان لائے تھے۔ آپ کی اماں حضرت زینب بنت مظعون رضی اللہ عنہا بالکل شروع میں اسلام لائی تھیں اور ہجرت سے پہلے ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی ایک صحابی حضرت خُنَیس بن حُذافہ سَہمی رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی ، حضرت خنیس مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں ، جو شاعر بھی تھے ، بڑے بہادر بھی تھے ، حضرت خنیس رضی اللہ عنہ بھی بالکل شروع شروع میں اسلام لائے تھے ، انھوں نے حبشہ (ethiopia) کی طرف اور مدینہ کی طرف بھی ہجرت کی تھی ، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت خنیس رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئی تھیں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کی وفات اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی بیٹی کے دوسرے نکاح کا فکر

حضرت خنیس رضی اللہ عنہ اُحد کی لڑائی میں زخمی ہوئے اور مدینۂ منورہ آ کر ان کا انتقال ہو گیا۔

جب بیٹی بیوہ ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کے بارے میں بہت فکر ہوئی، ان ہی دنوں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی — حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی صاحب زادی - حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا — کا بھی انتقال ہوا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بغیر بیوی کے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے نکاح کی پیش کش

اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اِس سلسلے میں سامنے سے جا کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: میری بیٹی حفصہ بیوہ ہو گئی ہے، تم ان کے ساتھ شادی کر لو؛ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یوں کہا کہ: میں سوچ کر جواب دوں گا۔ اس لیے کہ یہ شادی کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ جلدی جلدی آدمی جواب دے دیوے۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دوسری ملاقات میں کہا: میرا شادی کا ارادہ نہیں ہے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سامنے نکاح کی پیش کش

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور جا کر کہا کہ: میری بیٹی حفصہ بیوہ ہو گئی ہے، تم ان کے ساتھ نکاح کر لو۔

دیکھو! ایک باپ سامنے سے جا کر اپنی بیٹی کی شادی کرانے کے لیے پیش کش

(offer) کررہا ہے، کوئی نیک اور دین دار لڑکا نظر آوے تو سامنے سے اس طرح پیش کش کرنا جائز ہے، کوئی بری بات نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے؛ لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کوئی جواب نہیں دیا کہ، میں شادی کروں گا کہ نہیں کروں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دل میں بڑی تکلیف بھی ہوئی کہ ابو بکر تو کوئی جواب بھی نہیں دیتے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی شادی عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر شخص سے

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منع کردیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی منع کردیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبیٔ کریم ﷺ کے پاس آئے اور پوری بات کہہ سنائی۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے بہت پیارا جواب دیا، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: حفصہ کی شادی ایک ایسے انسان سے ہوگی جو عثمان سے بھی بہتر ہے اور عثمان کی شادی ایسی عورت سے ہوگی جو حفصہ سے بھی بہتر عورت ہے۔

ہوا بھی ایسا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بھی افضل؛ یعنی حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے ساتھ ہوگئی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بھی بہتر؛ یعنی حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی دوسری بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوئی، اس طرح یہ جوڑے سیٹ ہوگئے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا جب نبیٔ کریم ﷺ سے نکاح ہوا تو یہ ہجرت کا تیسرا سال تھا اور چار سو درہم ان کا مہر رکھا گیا، ۴۱ھ میں جمادی الاول کے مہینے میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا مدینۂ منورہ میں انتقال ہوا، اس وقت مروان مدینہ کے گورنر تھے، انھوں

نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی جنازے کی نماز پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں، آج بھی وہاں ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک موجود ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جواب نہ دینے کی وجہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جواب نہ دینے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پتہ چل گیا تھا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ شادی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؛ لیکن حضور ﷺ کا ارادہ ایک راز کی بات تھی؛ اس لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی راز کی بات ظاہر نہیں کی۔

پھر بعد میں جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے ساتھ ہو گئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتلایا کہ مجھے حضور کا ارادہ معلوم تھا؛ لیکن میں حضور ﷺ کا راز ظاہر نہیں کر سکتا تھا؛ اس لیے میں نے آپ کو کوئی جواب نہیں دیا تھا، آپ میری طرف سے کوئی رنج نہ کریں، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یوں کہا کہ: اگر حضرت نبیٔ کریم ﷺ شادی نہ کرنے والے ہوتے تو میں ضرور تمھاری بیٹی سے شادی کر لیتا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی ایک خوش نصیبی

جب حضور ﷺ سے نکاح ہو گیا تو اب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین بن گئی؛ یعنی تمام ایمان والوں کی ماں، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بہت نیک عورت تھیں، ان کی نیکی کا اندازہ اس سے لگاؤ کہ خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے سامنے سے ان کے ساتھ شادی کا ارادہ کیا، یہ ان کی خوش نصیبی کی بہت بڑی نشانی ہے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی دوسری خوش نصیبی

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی ایک دوسری خوش نصیبی یہ ہے کہ اِس قصے کے اخیر میں ایک روایت یہ ہے کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ کرلیا تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا اور کہا کہ: تم میرے نبی سے جا کر کہو کہ: حفصہ کو طلاق نہ دیویں۔

دیکھو! حضور ﷺ نے طلاق کا ارادہ کیا تھا؛ لیکن خود اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امین کو بھیج کر یوں کہلوایا کہ: حفصہ بہت نماز پڑھنے والی ہے، بہت روزے رکھنے والی ہے، جنت میں ان کا نام تمھاری بیویوں میں ہے؛ اس لیے تم ان کو طلاق مت دو۔

چنانچہ جب اللہ کے یہاں سے یہ پیغام آیا تو حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ ختم کردیا اور ان کو اپنی بیویوں میں باقی رکھا۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا تقریباً ساٹھ (۶۰) احادیث نقل کرتی ہیں، اِس سے اندازہ لگاؤ کہ ان کے حدیث نقل کرنے سے امت کو کتنا بڑا فائدہ ہوگیا۔

اصل واقعہ

اب ذرا اصل واقعہ سنو! حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی جتنی بھی بیویاں تھیں ہر ایک بیوی کو حضور ﷺ سے بڑی محبت تھی، نیز ہر بیوی کی یہ چاہت تھی کہ حضور ﷺ میرے ساتھ محبت زیادہ رکھے؛ تاکہ حضور ﷺ کا دھیان اور توجہ ان کی طرف زیادہ ہو، حضور ﷺ کی برکت ان کو زیادہ ملے۔

ہر بیوی کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرنا بہت بڑا امتحان

انسان کی جب ایک بیوی ہوتی ہے تو اس کے ساتھ مکمل حسن سلوک کرنا اور اچھا برتاؤ کرنا آسان ہوتا ہے؛ لیکن ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو ہر بیوی کے ساتھ محبت کا برتاؤ کر کے نبھانا بہت بڑا امتحان ہوا کرتا ہے، ایسے موقع پر بڑے بڑے انسان ہل جاتے ہیں، اس معاملے میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ بڑے مضبوط اور ثابت قدم تھے، حضور ﷺ نے برابر ہر ایک بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کر کے دکھایا، حضور ﷺ ذرہ برابر ہلے نہیں، یہ بھی حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا ایک معجزہ تھا، تمام بیویوں کا حق ادا کرتے تھے، ہر بیوی حضور ﷺ سے خوش رہتی تھی، ہر ایک کو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ حضور ﷺ کو میرے ساتھ بڑی محبت ہے۔

عصر کے بعد آپ ﷺ کا معمول

حضور ﷺ کے یہاں رات گزارنے کے لیے ہر ایک بیوی کی باری مقرر تھی، جس کی باری ہوتی اس کے گھر پر تشریف لے جاتے؛ لیکن عصر کی نماز سے جب فارغ ہو جاتے تو آپ ﷺ تمام بیویوں کے گھر پر تھوڑی دیر تشریف لے جاتے، ہر بیوی کی خبر پوچھتے، دل جوئی کرتے، اس کے بعد آپ ﷺ اپنے کام میں مشغول ہو جاتے، روزانہ عصر کے بعد کا آپ کا معمول تھا، رات کو سونے کی باری الگ ہوتی تھی۔

ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے یہاں شہد کا شربت

ایک مرتبہ آپ ﷺ ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا — جن کا پورا

قصہ گذشتہ سال آپ کو سنایا تھا ــ کے گھر تشریف لے گئے، ان کو کسی نے شہد (honey) ہدیے میں دیا تھا، انھوں نے اس شہد کا شربت بنا کر حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو پلایا، دو چار دن وہ شربت پلایا ہوگا، شربت پینے کی وجہ سے تھوڑی دیر لگ گئی؛ گویا دوسری بیویوں کے یہاں عصر بعد جتنا وقت حضور ﷺ رُکتے تھے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے یہاں شربت پینے کی وجہ سے تھوڑا زیادہ رُکے، حضور ﷺ کے ان کے یہاں زیادہ رُکنے کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو رشک آیا۔

سوکنوں کا آپس میں مشورہ

سوکنوں کے درمیان ہر زمانے میں کچھ نہ کچھ کھینچا تانی ہوتی ہے اور یہ چیز کوئی بری اور غلط بھی نہیں ہے۔

اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی دوسری سوکن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ کیا، دونوں بڑے باپ کی بیٹیاں تھیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی، دونوں نے آپس میں مشورہ کیا اور مشورہ کر کے یوں طے کیا کہ: جب حضور ﷺ ہمارے یہاں تشریف لاوے تو ہم یوں کہیں گے کہ: حضور! آپ کے منہ میں سے ''مَغافِر'' کی بدبو آرہی ہے۔

یہ مغافر ایک قسم کا گوند ہوتا تھا جس میں تھوڑی سی بدبو ہوا کرتی تھی۔

آپ ﷺ بدبو سے نفرت فرماتے تھے

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو بدبو بالکل پسند نہیں تھی؛ یہاں تک کہ حضور ﷺ پیاز اور لہسن بھی نہیں کھاتے تھے، جب آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے اور حضرت ابو ایوب انصاری

رضی اللہ عنہ کے مکان پر ٹھہرے تو ایک دن ان کی بیوی ام ایوب رضی اللہ عنہا نے کھانے میں لہسن استعمال کیا، حضور ﷺ نے اس دن کھانا نہیں کھایا اور ارشاد فرمایا کہ: لہسن اور پیاز میں بدبو ہوتی ہے اور میرے پاس اللہ کے فرشتے آتے ہیں اور بدبو سے فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ بس اس دن سے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی نے ہمیشہ کے لیے کھانے میں پیاز اور لہسن ڈالنا چھوڑ دیا۔

بدبو ختم کر کے استعمال کرنا چاہیے

لیکن ہمارے یہاں اس کو پکا کر اس کی بدبو ختم کر دیتے ہیں؛ اس لیے اس طرح استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر کوئی کچی پیاز سلاڈ میں کھائے اور اس کے بعد منہ صاف کر لیوے اور بدبو ختم کر دیوے تو اچھی بات ہے کہ نماز میں فرشتوں کو تکلیف نہ ہو، گھر میں کسی کو تکلیف نہ ہو۔

آپ کے منہ سے ”مُغافِر“ کی بو آرہی ہے

جب حضرت نبیٔ کریم ﷺ عصر کے بعد ازواجِ مطہرات کے یہاں پہنچے تو بیویوں میں سے دو چار بیویوں نے کہا کہ: حضور! آپ کے منہ میں سے مغافر کی بدبو آرہی ہے۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے کہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔

حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے مغافر نہیں کھائی ہے، میں نے تو شہد کا شربت پیا ہے۔

انھوں نے کہا: ہوسکتا ہے کہ وہ شہد کی مکھی مغافر پر بیٹھ کر آئی ہو، اس کی وجہ

سے اس کا اثر شہد میں بھی آ گیا ہو۔

جیسے جو شہد کی مکھی نیم کے درخت پر بیٹھتی ہے تو اس شہد میں اس کے کڑوے پن کا اثر آتا ہے جس علاقے کا شہد ہوتا ہے اس علاقے میں جو پھل فروٹ زیادہ ہوں تو اس کا اثر شہد میں آتا ہے۔

آپ ﷺ کا شہد استعمال نہ کرنے کی قسم کھانا

جب یہ بات حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے سنی تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے سامنے قسم کھالی کہ: آئندہ میں شہد نہیں کھاؤں گا اور ساتھ میں حضور ﷺ نے یوں فرمایا: حفصہ! یہ بات تم کسی کو نہ بتلانا کہ میں نے شہد نہ کھانے کی قسم کھائی ہے؛ اس لیے کہ زینب کو پتہ چل جائے گا تو ان کا دل دکھے گا۔

بات صاف صاف کرنی چاہیے

یہاں حضور ﷺ کے طرزِ عمل سے ایک بات سیکھنے کو ملی کہ جب ان بیویوں نے کہا کہ: آپ کے منہ سے بدبو آرہی ہے تو حضور ﷺ نے بناوٹی بات نہیں کی، صاف فرما دیا کہ: میں نے شہد پیا تھا، معلوم ہوا کہ اِس طرح صاف صاف بات جو کہی جاتی ہے اس میں بڑی خیر اور بھلائی ہوتی ہے، گول مول کرنے سے بات بگڑتی اور زیادہ خراب ہو جاتی ہے۔

اپنی بیوی کا دل خوش کرنا

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے اپنی بیویوں کا دل خوش کرنے کے لیے یہ قسم کھائی

تھی۔

بیویوں کا دل خوش کرنا بہت اچھی بات ہے، بیویوں سے حسنِ سلوک کرنا بہت اچھی بات ہے؛ لیکن یہ تو نبی کی فیملی ہے، قیامت تک کے لیے نمونہ ہے، کوئی ایسی بات نہ ہو جائے جس میں قیامت تک امت کے لیے تنگی ہو جائے، امت کے لیے تکلیف کی چیز ہو جائے؛ اس لیے اس بات کو اللہ تعالیٰ آگے چلنے نہیں دینا چاہتے تھے؛ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں سورۂ تحریم کی یہ آیاتِ کریمہ نازل فرمائیں جو میں نے آپ کو پڑھ کر سنائی۔

واقعہ کے سلسلے میں دوسری روایت

بعض روایتوں میں یہ بھی آتا ہے کہ آپ کے پاس ایک باندی تھی، جن کا نام ''ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا'' تھا، وہ مصر کی تھی، مصر کے بادشاہ مقوقس نے حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے لیے ہدیے میں بھیجی تھی اور ان سے حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے ایک بیٹے ''حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ'' پیدا ہوئے تھے، حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی قبر مدینہ میں مسجدِ قبا کے قریب ہے، ان کے ساتھ حضرت نبیٔ کریم ﷺ اپنی ضرورت پوری فرماتے تھے، اس کی وجہ سے دوسری بیویوں کے دل میں تھوڑی سی ناراضگی ہوئی۔

بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اسی بنا پر حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے قسم کھالی کہ: اب میں ماریہ کے ساتھ نہیں سوؤں گا، اس پر اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کی یہ سورت نازل فرمائی، جس میں ارشاد فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ﴾ اے نبی! اللہ تعالیٰ نے جو چیز آپ کے لیے حلال کی ہے وہ آپ نے قسم کھا

کر کیوں چھوڑ دی؟

یعنی شہد آپ کے لیے حلال ہے، ماریہ قبطیہ آپ کی باندی ہے، آپ کے لیے حلال ہے تو آپ نے اس کو کیوں چھوڑ دیا؟

پھر آگے اللہ فرماتے ہیں تَبۡتَغِیۡ مَرۡضَاتَ اَزۡوَاجِكَ ط آپ اپنی بیویوں کا دل خوش کرنا چاہتے ہیں۔

اس پر کوئی نکیر نہیں کی گئی، معلوم ہوا بیویوں کا دل خوش کرنا بہت اچھی بات ہے؛ لیکن بیویوں کا دل خوش کرنے میں شریعت کے خلاف کام نہیں ہونا چاہیے، اللہ کا کوئی حکم ٹوٹنا نہیں چاہیے۔

داڑھی کی تشکیل

میں نے آتے ہی جمعہ کے دن مسجد میں مردوں کے سامنے داڑھی کے متعلق مسئلے بیان کیے تھے کہ داڑھی منڈوانا بھی حرام اور ایک مٹھی سے کم کٹوانا یہ بھی حرام اور ناجائز ہے۔ بہت سے مرد — اللہ جانے! صحیح بات یا بناوٹی بات، وہ تو آپ جانتے ہیں — بیویوں کا نام لیتے ہیں کہ ہماری بیوی ہم کو اجازت نہیں دیتی۔

آپ پر تہمت باقی نہ رہے؛ اس لیے آج ہی اپنے شوہروں کی تشکیل کرو کہ: دیکھو! ایک مٹھی پوری داڑھی رکھنا شریعت کا حکم ہے؛ اس لیے تم داڑھی رکھو، ہم کو اس پر کوئی اشکال نہیں ہے، تم داڑھی نہیں رکھو گے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں گنہگار بنو گے۔

آگے فرمایا: وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۞ قَدۡ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمۡ تَحِلَّةَ اَيۡمَانِكُمۡ ۚ وَاللّٰهُ مَوۡلٰٮكُمۡ ۚ وَهُوَ الۡعَلِيۡمُ الۡحَكِيۡمُ ۞

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والے، بہت رحم کرنے والے ہیں ﴿۱﴾ پکی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے تمھاری قسموں (کی پابندی) سے نکلنے کا طریقہ مقرر کردیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمھارے کام بنانے والے ہیں اور وہ (اللہ تعالیٰ ہر کام کو) پوری طرح جاننے والے، بڑی حکمت والے ہیں ﴿۲﴾

اللہ تعالیٰ کا منشا یہ تھا کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ شہد پینا بھی شروع کردیں اور ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سونا بھی باقی رکھیں؛ چنانچہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے قسم کا کفارہ دیا اور یہ دونوں چیزیں اپنے استعمال میں جاری رکھی۔

انسان اپنے فائدے کی چیز زیادہ دیر تک چھپاتا نہیں ہے

حضور ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہا تھا کہ: کسی کو کہنا مت؛ لیکن اپنے فائدے کی چیز زیادہ منہ میں رہتی نہیں ہے، دوسروں کے سامنے بیان کر ہی دیتے ہیں، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے فوراً یہ بات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بتلا دی، یہ ایک غلط بات ہوگئی کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا راز ظاہر کردیا، یہ چیز اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں آئی۔

بڑی بے شرمی کی بات

اِس سے ہم کو ایک بہت اہم سبق ملتا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان جو باتیں ہوتی ہیں وہ کسی اور کو نہیں بتلانا چاہیے، خاص طور پر خانگی زندگی (پرسنل لائف) اور بیڈ روم کی باتیں کبھی کسی عورت کے سامنے ہر گز ہر گز نہیں بتلانا چاہیے، یہ بڑی بے شرمی کی بات ہے اور یہ بڑا خطرناک اور گناہ کا کام ہے۔

اللہ سے کوئی چیز چھپا نہیں سکتے

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کے راز کی بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتلادی، اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ کا حکم آیا کہ تم کو اس پر توبہ کرنا چاہیے، اب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے چپکے چپکے بتا دیا تو حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو کیسے پتہ چلا؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیج کر حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو بتلادیا؛ اس لیے کہ انسان کسی بات کو چھپانے کی کتنی بھی کوشش کرے؛ لیکن اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر کرنا چاہیں تو وہ چیز چھپ نہیں سکتی، وہ چیز ظاہر ہو ہی جاتی ہے۔

دوسروں کی غلطی کو چھپانا چاہیے

اس لیے دینی بہنو! آج دنیا میں تم دوسروں کی نامناسب بات کو چھپاؤ، تم سے کوئی غلطی ہو جائے گی اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اسے چھپائیں گے، اگر کسی کی بات لوگوں کے سامنے ظاہر کردی تو یاد رکھو! ہوسکتا ہے ہم سے کوئی غلطی ہو جائے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے سامنے اس کو ظاہر کردیوے، دنیا میں ظاہر کرے یا آخرت میں ظاہر کردے۔

ایسے موقع پر انسان کا دماغ کہاں جاتا ہے؟

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بہت اچھے انداز میں کہا: حفصہ! میں نے تم سے کہا تھا: میں نے قسم کھائی ہے کہ میں شہد نہیں کھاؤں گا یا ماریہ کے پاس نہیں جاؤں گا وہ بات تم کسی کو مت کہنا، تم نے دوسری بیوی کو کیوں بتلادیا؟

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے فوراً سوال کیا کہ: حضور! آپ سے کس نے کہا؟

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذہن ادھر گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو کہہ دیا ہوگا، ایسے موقع پر اسی طرح دماغ چلتا ہے۔

آپ ﷺ کے خاندان کے مقدس ہونے کی ایک نشانی

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے بڑا پیارا جواب دیا، میری بہنو! قربان جاؤں اس خاندان پر!

حضور ﷺ اور حفصہ رضی اللہ عنہا کے درمیان میں جو بات ہو رہی ہے، وہ سوال و جواب بھی اللہ تعالیٰ قرآن میں بطور آیت اتار رہے ہیں، یہ ان کے مقدس، ان کے پاکیزہ، نیک ہونے کی بہت بڑی نشانی ہے، ارشاد فرمایا:

﴿فَلَمَّا نَبَّاَتۡ بِهٖ وَاَظۡهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيۡهِ عَرَّفَ بَعۡضَهٗ وَاَعۡرَضَ عَنۡۢ بَعۡضٍ﴾

پھر جب وہ بات اس بیوی نے (کسی دوسری بیوی یعنی عائشہؓ کو) بتلادی اور اللہ تعالیٰ نے اس بات کی اس (نبی) کو خبر دی تو اس (نبی) نے (اس راز کو ظاہر کرنے والی بیوی کو) کچھ بات جتلادی اور کچھ بات نظر انداز کردی (یعنی نہیں بتلائی)۔

﴿فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتۡ مَنۡ اَنۡۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِىَ الۡعَلِيۡمُ الۡخَبِيۡرُ﴾

پھر جب اس (نبی) نے اس (راز ظاہر کرنے والی) بیوی کو (کچھ) بات بتلادی تو وہ (تعجب سے) کہنے لگی کہ: آپ کو یہ بات کس نے بتلادی؟ تو اس (نبی) نے کہا کہ: مجھے تو (اس اللہ تعالیٰ نے جو) بڑے جاننے والے، بڑی خبر رکھنے والے نے اطلاع دی۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے صاف ایسا جواب عنایت فرمایا کہ پوری بات دب

گئی؛ کہ سب سے زیادہ جاننے اور خبر رکھنے والے اللہ نے مجھے بتلایا ہے، حضور ﷺ نے فوراً جھگڑا ختم کر دیا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہی مجھے خبر دی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کے یہاں سے یہ حکم نازل ہوا:

﴿إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا﴾

(اے نبی کی دونوں بیویاں!) اگر تم اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرلو (تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے) کہ تم دونوں کے دل اس کی طرف مائل ہو ہی گئے ہیں۔

تم دونوں نے ایک معمولی غلطی اور چوک کر ڈالی جو نامناسب بات تھی؛ یعنی اس طرح آپس میں مشورہ کر کے حضور ﷺ کو شہد پینے سے روکنا، ماریہ سے روکنا یہ ایک نامناسب بات تھی اور پھر حضور ﷺ کے راز کی بات دوسرے کو بتلا دینا یہ بھی ایک نامناسب بات تھی، تم دونوں اعتدال کے راستے سے ہٹ گئیں؛ اس لیے تم دونوں کو توبہ کرنا چاہیے۔

واقعے کو نقل کرنے کی ایک توجیہ

ظاہر بات ہے کہ یہ حضور ﷺ کی بیویاں ضرور اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرنے ہی والی تھیں، سچی پکی توبہ کے لیے اپنے آپ کو اللہ کے سامنے پیش کرنے والی یہ عورتیں تھیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی کے گھرانے کی ایسی خفیہ (persona) باتوں کو ظاہر فرما کر پوری امت کو یہ بات بتلا دی کہ: یہ گھرانہ، یہ خاندان باہر سے بھی پاک ہے، اندر سے بھی پاک اور صاف ہے، کوئی بھی ان کے بارے میں دل میں گندا اور میلا خیال نہ لاوے، یہ نیک اور نورانی گھرانہ ہے۔

حسنِ اخلاق کا بہترین درس

اس میں ایک بہت بڑا سبق ہمیں یہ دیا گیا کہ حسنِ معاشرت اور اچھے اخلاق یہ ہیں کہ اگر بیوی کو شوہر کی طرف سے اور شوہر کو بیوی کی طرف سے کوئی ناگوار بات پیش آجاوے، اپنی مرضی اور اپنی خوشی کے خلاف بات پیش آجاوے تو اس کو چلا لینا چاہیے، عفو و درگذر اور معاف کر دینا چاہیے، اگر اس پر ہنگامہ کھڑا کیا اور شور مچایا تو ہو سکتا ہے کہ یہ چیز آگے بڑھ کر بڑا جھگڑا ہو کر —نعوذ باللہ— طلاق تک نوبت پہنچ جائے؛ اس لیے اپنی طبیعت کے خلاف، مزاج کے خلاف کوئی بات آوے تو معاف کر دینا چاہیے، نرمی سے کام لینا چاہیے، بات کو ٹال دینا چاہیے۔

کسی سے غلطی ہو جائے تو اس کو بدنام نہیں کرنا چاہیے

دوسری ایک اہم بات یہ ہے کہ: جس بیوی نے حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا راز کھول دیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کا نام قرآنِ مجید میں ذکر نہیں فرمایا، اس سے ہمیں یہ سبق دیا کہ اچھے اخلاق یہ ہے کہ جن کی طرف سے کوئی غلطی ہو جاوے تو اس غلطی والے کا نام ظاہر نہیں کرنا چاہیے۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ جب کبھی کسی کی غلطی بیان کرتے تھے تو عمومی بیان کرتے تھے کہ: کچھ لوگ ایسے ہیں، کچھ لوگوں سے ایسا ہو گیا، نام نہیں لیتے تھے۔

ایک چنگاری پورے آشیانے کو ویران کر سکتی ہے

نیز دیکھیے! شکایت اور فریاد کے موقع پر بھی حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے الزام

نہیں لگایا؛اس لیے کہ فیملی لائف میں چھوٹی چھوٹی باتیں کبھی کبھی خطرناک ہوجاتی ہیں، جیسے ایک چنگاری پورے آشیانے اور گھرانے کو جلا سکتی ہے۔

بڑے گھرانے کی عورتوں کو نصیحت

خاص کر کوئی عورت کسی بڑے گھرانے کی ہو تو اس کو اپنے ماں باپ، بھائی وغیرہ پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہیے کہ میں تو بہت بڑے خاندان کی ہوں، بعض بہنیں بڑے خاندان کی ہوتی ہیں تو سسرال میں جانے کے بعد وہ اپنا بڑے گھر کا ہونا بتلاتی ہیں اور وہاں ایک خاص انداز میں رہتی ہیں، یہ عادت مناسب نہیں ہے، سسرال میں آ کر نرمی کے ساتھ رہنا چاہیے، ان شاء اللہ! اس کی وجہ سے تمھاری شادی والی زندگی بہت اچھی طرح گزرے گی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو فیملی لائف میں بہت اعتدال، بہت نرمی کے ساتھ زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرماوے، اور جیسے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بڑی نماز پڑھنے والی، روزہ رکھنے والی تھیں اللہ ایسے صفات زندگی میں اپنانے کی توفیق اور سعادت نصیب فرمائے، آمین۔

ایک اہم بات

ایک اور بات بھی سن لو! حدیث میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن بعض لوگوں کو لایا جائے گا، ان کو دیکھ کر لوگ کہیں گے اَکَلَ عِیَالُهُ حَسَنَاتِهِ۔ اس کی نیکی اس کے گھر والوں نے کھالی۔

بہت سی مرتبہ انسان اپنے گھر والوں کی وجہ سے، بچوں کی وجہ سے نیکی کو برباد کر دیتا ہے، بخیل بن جاتا ہے، بزدل بن جاتا ہے؛ اس لیے اولاد سے کبھی کوئی غلطی ہو جائے، گھر والوں سے کبھی کوئی غلطی ہو جائے تو بد دعا نہیں کرنی چاہیے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے لیے دعا کرنی چاہیے، اور اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو امہات المؤمنین سے سچی پکی محبت وعقیدت نصیب فرماوے۔

نظر سے حفاظت کی دو دعائیں

ایک بات مضمون سے ہٹ کر بتاتا ہوں، گھروں میں بہت سی مرتبہ بچوں کو نظر لگ جاتی ہے تو نظر کی دو دعائیں میں آپ کو بتلاتا ہوں جو حدیث میں آئی ہیں، ایک دعا یہ ہے: أُعِيْذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَ هَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ

یہ بہت اچھی دعا ہے، حضرت نبیٔ کریم ﷺ اپنے دونوں نواسے حضرت حسن اور حضرت حسین کی نظر سے حفاظت کے لیے یہ دعا پڑھتے تھے۔

دوسری دعا یہ آئی ہے: اَللّٰهُمَّ ذَا السُّلْطَانِ الْعَظِيْمِ وَالْمَنِّ الْقَدِيْمِ ذَاالْوَجْهِ الْكَرِيْمِ وَلِيِّ الْكَلِمَاتِ التَّامَّاتِ وَ الدَّعَوَاتِ الْمُسْتَجَابَاتِ، عَافِ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ مِنْ اَنْفُسِ الْعَيْنِ وَاَعْيُنِ الْاِنْسِ

حسن حسین کی جگہ پر اپنے بچے کا نام بول دیجیے، اللہ تعالیٰ اس دعا کی برکت سے بھی نظر سے حفاظت فرماتے ہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

حضرت عکرمہ ابن ابی جہل رضی اللہ عنہ کی بیوی:

حضرت ام حکیم بنت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہا

کا واقعہ

اقتباس

ایمان کی برکت سے اللہ کا عجیب ڈر

عکرمہ پہلے سے کشتی میں بیٹھے بیٹھے نیت کر چکے تھے، اب بیوی بھی سمجھا رہی ہے؛ اس لیے مان گئے اور پھر مکہ آنے کے لیے روانہ ہو گئے۔

یمن سے مکہ کا راستہ لمبا ہے، کتنے دنوں سے دونوں میاں بیوی الگ الگ تھے، راستے میں عکرمہ نے اپنی بیوی سے کہا کہ: مجھے تمھارے ساتھ اپنی ضرورت پوری کرنی ہے؛ یعنی جماع کرنا ہے۔

حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا کا ایمان دیکھو! سفر میں کوئی اور دیکھنے والا نہیں ؛لیکن صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ: تو کافر ہے اور میں ایمان لا چکی ہوں؛ اس لیے ابھی تو مجھے چھو بھی نہیں سکتا، تو اپنی ضرورت مجھ سے پوری نہیں کر سکتا۔

ایمان اور حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی مبارک صحبت کی برکت سے دل میں اللہ کا کیسا ڈر آ چکا تھا!! اللہ تعالیٰ امت کے تمام مسلمان بھائی بہنوں کو اپنا ڈر، اپنا خوف عطا فرماوے، آمین۔

اگر اللہ کا ڈر آ جاوے تو ہر طرح کے ناجائز تعلقات سے بچنا آسان، حرام کاموں سے بچنا آسان، گناہوں سے بچنا آسان، غیر مردوں سے دور رہنا آسان ہو جائے گا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی.

۔۔۔اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَاِذَا رَکِبُوْا فِی الْفُلْکِ دَعَوُا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىھُمْ اِلَی الْبَرِّ اِذَا ھُمْ یُشْرِکُوْنَ ﴿۶۵﴾

ترجمہ: سو جب وہ لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اسی (اللہ تعالیٰ) پر خالص عقیدہ رکھ کر اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگتے ہیں، پھر جب ہم ان کو بچا کر زمین کے کنارے لے آتے ہیں تب وہ شرک کرنے لگتے ہیں۔

وَقَدْ سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الدِّیْنِ، مَا الدِّیْنُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ۔

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا گیا: دین کس چیز کا نام ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دین خیر خواہی کا نام ہے۔

خوشی، غمی ہر موقع پر اللہ کی طرف متوجہ ہونا چاہیے

اللہ تعالیٰ نے ہم ایمان والوں کو اسی کے سامنے مانگنے اور دعا کرنے کا حکم دیا ہے، چاہے مصیبت اور تکلیف کا موقع ہو، یا راحت اور امن کا موقع ہو، خوشی کا موقع ہو، یا غمی کی حالت ہو، ہر موقع پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی سے دعا کرنی چاہیے، اللہ ہی کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔

مکہ کے کافر بھی مصیبت کے وقت اللہ ہی کو پکارتے تھے

جن لوگوں کے دل میں ایمان نہیں ہوتا ایسے لوگ جب کسی مصیبت میں پھنستے ہیں، پریشانی کے عالم میں آجاتے ہیں تو ایسے موقع پر وہ بھی ایک اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں، حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے مبارک زمانے میں مکہ کے کافر تین سو ساٹھ کے قریب بتوں کی عبادت کرتے تھے لیکن اس کے باوجود بھی وہ اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے، ان کا عقیدہ یہ تھا کہ: یہ چھوٹے چھوٹے جو پتھر کے بنے ہوئے بت ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں، اتنی بڑی دنیا، اتنا بڑا نظام اللہ تعالیٰ کے لیے نعوذ باللہ — اکیلے چلانا مشکل ہے، یہ ہمارے پتھروں کے معبود اللہ کی مدد کرتے ہیں، یہ سب اس دنیا کو چلانے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ہیں۔

مکہ کے کافروں کے بت اور ان میں سے بعضوں کے نام

مکہ میں کافروں کے بڑے بڑے بت تھے: لات، منات، عزّٰی، بعل، ہُبُل، یہ سب بڑے بڑے دیوتا تھے، کوئی پتھر کا بنا ہوا تھا، کوئی سونے کا بنا ہوا تھا، کوئی لکڑی کا بنا ہوا تھا، قرآن میں بتوں کا تذکرہ آیا ہے:

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿۱۹﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿۲۰﴾ (النجم)

ترجمہ: کیا بھلا تم نے لات اور عزیٰ ﴿۱۹﴾ اور اس ایک تیسرے منات (کے حال) پر غور کیا؟ ﴿۲۰﴾

اِس آیت میں ”لات، عزّٰی“ اور ”منات“ تین بتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

اَتَدۡعُوۡنَ بَعۡلًا وَّتَذَرُوۡنَ اَحۡسَنَ الۡخَالِقِيۡنَ ﴿۱۲۵﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمۡ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۱۲۶﴾ (الصافات)

ترجمہ: کیا تم بعل (دیوتا) کو پکارتے ہو اور سب سے اچھے بنانے والے (اللہ تعالیٰ) کو تم لوگ چھوڑ دیتے ہو﴿۱۲۵﴾ اللہ تعالیٰ تو تمھارے رب ہیں اور تمھارے اگلے باپ دادوں کے (بھی) رب ہیں﴿۱۲۶﴾

اِس آیت میں ''بعل'' نامی بت کا تذکرہ ہے۔

بخاری شریف ''بابُ غزوۃِ اُحُد'' میں ایک حدیث ہے کہ: جب احد کی جنگ ختم ہوگئی اور قریش نے واپسی کا ارادہ کیا تو ابوسفیان نے پہاڑ پر چڑھ کر پکارا:

أَفِي الْقَوْمِ مُحَمَّدٌ؟

کیا تم لوگوں میں محمد ﷺ زندہ ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی جواب نہ دے۔

اسی طرح ابوسفیان نے تین بار آواز دی؛ مگر کوئی جواب نہ ملا۔

اس کے بعد یہ آواز دی:

أَفِي الْقَوْمِ ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ؟

کیا تم لوگوں میں ابن ابی قحافہ (یعنی ابوبکر صدیق) زندہ ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی جواب نہ دے۔ اس سوال کو بھی تین بار کہہ کر خاموش ہو گیا۔

پھر یہ آواز دی: أَفِي الْقَوْمِ ابْنُ الْخَطَّابِ؟

کیا تم میں عمر بن الخطاب زندہ ہیں؟

اِس فقرہ کو بھی تین مرتبہ دہرایا؛ مگر جب کوئی جواب نہ آیا تو اپنے رفقا سے خوش ہو کر یہ کہا:

أَمَا هٰؤُلَاءِ فَقَدْ قُتِلُوْا، فَلَوْ كَانُوْا أَحْيَاءً لَأَجَابُوْا۔

بہرحال! یہ سب قتل ہو گئے، اگر زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تاب نہ لا سکے اور اونچی آواز سے کہا:

كَذَبْتَ وَاللّٰهِ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ! أَبْقَى اللّٰهُ عَلَيْكَ مَا يُحْزِنُكَ۔

اے اللہ کے دشمن! خدا کی قسم! تو نے بالکل غلط کہا، تیرے رنج وغم کا سامان اللہ تعالیٰ نے ابھی باقی رکھ چھوڑا ہے۔

اس کے بعد ابوسفیان نے (وطن اور قوم کے ایک بت کا نعرہ لگایا) اور یہ کہا:

أُعْلُ هُبَلْ، أُعْلُ هُبَلْ۔

اے ہبل! تو بلند ہو، اے ہبل! تیرا دین بلند ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: اس کے جواب میں یہ کہو:

اَللّٰهُ اَعْلٰى وَاَجَلُّ

اللہ ہی سب سے اعلیٰ اور ارفع اور بزرگ اور برتر ہے۔

پھر ابوسفیان نے کہا:

إِنَّ لَنَا عُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ۔

ہمارے پاس عزّیٰ ہے، تمھارے پاس عزّیٰ نہیں؛ یعنی ہم کو عزت حاصل ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: یہ جواب دو:

اَللّٰہُ مَوْلٰنا وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ۔

اللہ ہمارا آقا اور والی معین اور مددگار ہے، تمھارا کوئی والی نہیں

فَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْر۔

یعنی عزت صرف اللہ سبحانہ تعالیٰ سے تعلق میں ہے، عزیٰ کے تعلق میں عزت نہیں؛ بلکہ ذلت ہے۔(از سیرتِ مصطفی)

اس میں ''ہبل اور عزّیٰ'' نامی بتوں کا تذکرہ ہے۔

بہرحال! اِس طرح ان کے تین سو ساٹھ (۳۶۰) کے قریب الگ الگ بت تھے جن میں بعض کے نام قرآن میں آئے ہیں اور بعض کے حدیث میں بھی آئے ہیں۔

کعبہ کی دیوار پر زیادہ تر کانچ کے بت تھے

ان تین سو ساٹھ بتوں کو انھوں نے کعبہ کی چاروں دیواروں پر چپکا کر رکھا تھا، یہ زیادہ تر کانچ کے بنے ہوئے تھے، جب کعبہ کا طواف کرتے تھے تو ساتھ میں ان بتوں کی بھی نیت کرتے تھے اور تین سو ساٹھ خدا اس لیے تھے کہ سال میں تین سو ساٹھ دن ہوتے ہیں تو ہر دن وہ الگ الگ دیوتا اور بت کی عبادت کرتے تھے۔

جب مصیبت ختم ہوجاتی تو پھر شرک کرنے لگتے

قرآن کی بہت ساری آیتوں میں یہ مضمون آیا ہے کہ جب یہ کافر لوگ کسی مصیبت میں پھنستے تو ان کو اس وقت ان کے یہ پتھروں کے بت یاد نہیں آتے؛ بلکہ وہ

ایک اللہ کو پکارتے تھے اور ایک اللہ سے مدد مانگتے تھے، یہ ان لوگوں کا ایک مجبوری کے درجے کا حال تھا؛ جیسے سمندر کے سفر میں نکلے، اُس زمانے میں بھی جدہ بندرگاہ (Port) تھی، وہاں سے سٹیمر (Steamer)، کشتیاں جاتی تھیں، کبھی بیچ سمندر میں طوفان آجاتا، ہوا کی آندھی آجاتی تو ایسے موقع پر وہ ایک اللہ کو پکارتے اور جب امن و سلامتی کے ساتھ دریا کے کنارے پہنچ جاتے تو پھر اللہ کے ساتھ شرک کرنے لگتے، بتوں کو پکارنے لگتے؛ گویا مجبوری میں اللہ کو پکارا، مجبوری ختم ہوگئی تو بتوں کی عبادت کرنا شروع کردیتے۔

ہمارا ایمانی تقاضا

ہمارے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ہم مصیبت میں ہوں یا امن کی حالت میں، خوشی میں ہوں کہ غم میں، تنگی میں ہوں کہ راحت میں، ہر حال میں ایک اللہ کو پکارنے والے بنیں، یہ ہر ایمان والے مرد اور ایمان والی عورت کے ایمان کا تقاضا ہے، ایسا نہیں کہ تکلیف آئی تو اللہ کو پکارا، اور خوشی کی حالت آئی تو اللہ کو بھول گئے، یہ ایمان والوں کا کام نہیں ہے، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ہمیشہ راحت، سلامتی، امن، سکون، چین عطا فرماوے اور ہر موقع پر اللہ تعالیٰ اس کی طرف انابت، رجوع، اس کی بارگاہ میں مانگنا، اس کے دربار میں دعا کرنے والا ہم سب کو بنادیوے، آمین۔

دین خیر خواہی کا نام ہے

ایک دوسرا مضمون بھی سمجھو! یہ حدیث مشکوۃ شریف میں موجود ہے، حضرت

نبئ کریم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ ما الدین یا رسول اللہ!

دین کس کو کہتے ہیں؟۔

حضرت نبئ کریم ﷺ نے جواب دیا: الدین النصیحۃ۔

دین خیر خواہی کا نام ہے۔

یعنی ہر ایک کے لیے بھلائی چاہنا، اس جذبے کا نام دین ہے، بڑا پیارا سوال ہوا اور بڑا اعلیٰ جواب ہوا!!!

اولاد کی خیر خواہی

مثال کے طور پر آپ کا بیٹا ہے، آپ کی بیٹی ہے، اللہ نے اولاد جیسی نعمت عطا فرمائی ہے تو ان کے حق میں بھلائی یہ ہے کہ وہ دین دار بن جاویں، اللہ کا دین سیکھ لیویں، ماں اپنی اولاد کو اللہ کا نام سکھاوے، نماز سکھاوے، دعائیں سکھاوے، حضرت نبئ کریم ﷺ کی سیرت بتلاوے، ان کو اچھے اخلاق سکھلاوے، اولاد کو بری چیزوں سے روکے، اولاد کو ٹیلی وِژن (TV) سے روکے، گانا بجانے (Music) سے روکے، ناجائز اور حرام کھیلوں سے روکے، یہ ہے اپنی اولاد کے بارے میں خیر خواہی۔

مسلمان بھائی بہن کی خیر خواہی

اسی طرح ہماری کوئی مسلمان بہن ہے، چاہے رشتے کی بہن ہو یا ایمانی بہن ہو، اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہماری وہ بہن کیسے دین دار بن جاوے؟ کیسے نمازی بن جاوے؟ برقع پہننے والی بن جاوے اور گناہ سے بچنے والی بن جاوے، اس کی فکر اور کوشش کرنا یہ اس کے ساتھ خیر خواہی ہوئی، یہی جذبہ ہمارے گھر پر جو کام کرنے کے

لیے آتے ہیں ان کے لیے بھی ہو۔

افریقہ والوں کے لیے بہت بڑی اللہ کی نعمت

دینی بہنو! آپ کے گھروں میں یہاں کے مقامی (African) لوگ جو کام کاج کرتے ہیں، خدمت کرتے ہیں یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، اللہ کی اس نعمت کی ہمیشہ قدر کرنا، دنیا کے کئی ملکوں میں ہم نے دیکھا: انگلینڈ، کینیڈا، پناما، نیوزی لینڈ اور دوسرے ملکوں کے سفروں میں دیکھا کہ ہماری دینی بہنوں کو خود گھر میں جھاڑو دینا، کار پیٹ پر مشین چلانا، برتن دھونا، کھانا پکانا، بچوں کو نہلانا، کپڑے پہنانا، ان کو وقت پر اسکول، مدرسہ لے جانا اور لانا، مہمانوں کے لیے کھانا پکانا، یہ سب کام ہماری دینی بہنیں خود کرتی ہیں، اللہ کا احسان مانو! اللہ تعالیٰ نے مرد، عورت کی شکل میں یہ خادم کی بہت بڑی نعمت عطا فرمائی ہے، اب ان کے لیے خیر خواہی کیا ہے؟

گھروں میں کام کرنے والوں نوکروں کی خیر خواہی

ان کے لیے خیر خواہی یہ ہے کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے غلام اور باندیوں کے لیے ارشاد فرمایا: جیسا تم کھاؤ ویسا ان کو کھلاؤ، جیسا تم پہنو ویسا ان کو پہناؤ، جیسے تم اپنے لیے مکان کی فکر کرو ان کے لیے بھی مکان کی فکر کرو۔

حدیث میں آیا ہوا ایک عجیب واقعہ

اس سلسلے میں حدیث میں ایک عجیب واقعہ آیا ہے:

وَعَنِ الْمَعْرُورِ بن سُوَيْدٍ قَالَ: رَأَيْتُ اَبَا ذَرٍ ﷺ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَعَلٰى غُلَامِهِ

مِثْلُهَا، فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ، فَذَكَرَ أَنَّهُ قَدْ سَابَّ رَجُلاً عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَعَيَّرَهُ بِأُمِّهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّكَ إِمْرُؤٌ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ. هُمْ إِخْوَانُكُمْ وَ خَوَلُكُمْ، جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ أَيْدِيْكُمْ. فَمَنْ كَانَ أَخُوْهُ تَحْتَ يَدِهِ، فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ، وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ، فَإِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ فَأَعِيْنُوْهُمْ. (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت معرور بن سوید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان کے جسم پر ایک جوڑا (سوٹ) تھا، ان کے غلام کے جسم پر بھی اسی جیسا جوڑا تھا، اس سلسلے میں میں نے ان سے پوچھا: (کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ یعنی آپ کا اور غلام جوڑا الگ الگ ہوتا، آپ مکمل عمدہ اعلیٰ قسم کا پہنتے؟)

بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ ایک جوڑا اعلیٰ قسم کا تھا اور دوسرا جوڑا گھٹیا قسم کا تھا، دونوں میں کی ایک ایک چادر حضرت ابوذ رضی اللہ عنہ کے جسم پر تھی، اور دوسری ایک اس غلام کو دے رکھی تھی، ان کے اوپر بھی ایک چادر اعلیٰ تھی اور ایک چادر گھٹیا تھی اور غلام کے اوپر بھی ایسا ہی تھا، اس طرح دونوں برابر ہو گئے تھے۔

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بتلایا: نبیٔ کریم ﷺ کے زمانے میں ایک مرتبہ میرا ایک غلام کے ساتھ جھگڑا ہوا تھا، تو میں نے اس کو ماں کا نام دے کر عار دلائی تھی، اس پر حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم ایک ایسے آدمی ہو کہ تمھارے اندر جاہلیت کی خو بو اور خصلت موجود ہے، یہ (غلام) انسان ہونے کے ناطے تمھارے بھائی ہیں (اگر ابھی تمھارے خادم ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی حکمت کی بنیاد پر) ان کو تمھارے ماتحت کر دیا ہے؛ لہٰذا جس کے

ماتحت اس کا بھائی ہو (دیکھیے! غلام کو بھائی سے تعبیر کیا) تو اس کو چاہیے کہ خود جو کھاتا ہے اسی میں سے اس کو بھی کھلائے، اور جو خود پہنتا اسی میں سے اس کو بھی پہنائے اور ان غلاموں کو ایسے کام نہ سونپیں جوان پر غالب آجائیں (یعنی جس کے انجام دینے میں ان کو تکلیف اور اگر مشقت والا کوئی کام کبھی سونپ دیا ہو) تو تم بھی ان کی مدد کرو۔

دوسرا واقعہ

روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا کچھ جھگڑا ہو گیا تھا، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ چوں کہ سیاہ فام اور کالے تھے اس لیے انھوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ کہہ دیا کہ: "یا ابن السَّوداء" "اے کالی عورت کے بیٹے" اور ظاہر ہے کہ رنگ ونسل کی بنیاد پر کسی کو عار اور شرم دلانا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جا کر حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کردی کہ: اے اللہ کے رسول! ان کے ساتھ میرا یہ معاملہ ہوا تو انھوں نے مجھے یہ کہہ کر عار دلائی (گویا ماں کی گالی دی) تو چونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ پہلے غلام بھی رہ چکے تھے، اور جو آدمی پہلے غلام رہ چکا ہو اس کو بھی اس کے حق میں عار کی چیز سمجھا جاتا تھا؛ اس لیے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم ایک ایسے آدمی ہو کہ تمھارے اندر جاہلیت کی خو بو اور خصلت موجود ہے۔

مسلم شریف کی روایت میں ہے: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ ارشاد فرمایا تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس بڑھاپے میں جبکہ میری عمر اتنی زیادہ ہوگئی ہے، پھر بھی ابھی تک میرے اندر یہ بات موجود ہے؟

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں، اب بھی موجود ہے۔

روایتوں میں آتا ہے کہ یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فوراً وہیں لیٹ گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: میرے گال پر پاؤں رکھو، اور جب تک حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان کے رخسار پر پاؤں نہیں رکھے وہاں تک انھوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو نہیں چھوڑا۔ (از حدیث کے اصلاحی مضامین، جلد ۱۲)

بہر حال! بڑی بات یہ ہے کہ گھر میں رہنے والوں کو اللہ کا دین سکھاؤ، اللہ کی پہچان کراؤ، اسلام کی پہچان کراؤ، ہماری محنت اور کوشش کی برکت سے وہ جہنم سے جنت میں جانے والے بن جاویں، یہ ان کے حق میں بہت بڑی خیر خواہی ہے۔

بڑے افسوس کی بات!

میری دینی بہنو! کبھی تو دل میں سوچو! بے چارے پوری زندگی ہمارے گھر میں لگا دیتے ہیں، کوئی بیس سال، کوئی تیس سال، کوئی پچاس سال، کوئی بچپن سے لے کر موت تک کام کرتا ہے، ہم نے ان کو کھلایا، پلایا، ان کو تنخواہ دی؛ لیکن کبھی ہم نے ان کی قبر اور آخرت کی فکر نہیں کی؛ لہٰذا ان کی آخرت کی فکر کرو، محبت سے ان کو ایمان سمجھاؤ، اسلام سمجھاؤ، اللہ کا دین سمجھاؤ، یہ ہے خیر خواہی، یہ ہے بھلائی چاہنا جو حدیث میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمائی۔

شوہر کی خیر خواہی

جو بہنیں شادی شدہ ہیں، ان کے شوہر ہیں، ان کے لیے کیا خیر خواہی ہے؟

ان کا شوہر بھی نمازی بن جاوے، ان کا شوہر بھی چہرے پر سنت کے مطابق داڑھی رکھنے والا بن جاوے، حلال روزی کماوے، حرام روزی سے اپنے آپ کو بچاوے، دین دار بن جاوے، یہ آپ کے شوہر کے حق میں آپ کی خیر خواہی ہوئی۔

اگر ایک بہن دین دار ہے، لیکن وہ اپنے شوہر کے لیے ذرہ برابر بھی فکر نہیں کرتی، شوہر کو سمجھاتی بھی نہیں ہے، شوہر کو اللہ و رسول کی دو باتیں بھی نہیں سناتی، تو یہ بہن اپنے شوہر کے لیے اچھا سوچنے والی نہیں ہے، اپنے شوہر کی بھلائی کے بارے میں خیانت کرنے والی ہے، خیر خواہی کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ اپنے شوہر کو بھی دین دار بنانے کی محنت کرو، ان کی زندگی میں دین آجاوے اس کی کوشش کرو۔

اصل قصہ

اب آپ کو ایک قصہ سناتا ہوں، حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا مبارک زمانہ ہے، ہجرت کا آٹھواں سال ہے، اُس وقت تک مکہ کافروں کا مرکز تھا، حضرت نبیٔ کریم ﷺ تقریباً دس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت کو لے کر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔

مکہ مکرمہ کی حرمت

قرآن میں ہے: لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ۙ﴿۱﴾ وَاَنۡتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ۙ﴿۲﴾ میں اس (مکہ) شہر کی قسم کھاتا ہوں ﴿۱﴾ اور تمھارے لیے اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے۔

(دوسرا ترجمہ) اور تم (ابھی) اس شہر میں اترے ہوئے (یعنی مقیم) ہو مکہ

شہر پہلے سے ہی بابرکت ہے؛ لیکن حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی اس شہر میں ولادت باسعادت اور پھر آپ ﷺ کے مکہ میں قیام نے مکہ شہر کی برکتوں کو بڑھا دیا۔

(تیسرا ترجمہ) اور تمھارا (قتل) اس شہر والوں (کی نظر میں) حلال (سمجھا جارہا) ہے (یعنی مکہ والوں نے حرم کا بھی لحاظ نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ کے آخری نبی کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا جس کے نتیجہ میں ہجرت کا واقعہ پیش آیا۔(از تیسیر القرآن)

یہ مکہ شہر جو حرم؛ یعنی احترام والا ہے، اس مکہ میں جس دن حضور ﷺ تشریف لے گئے تو تھوڑے سے وقت کے لیے اس حرمت کو اللہ نے اٹھا کر حضور ﷺ کے لیے حلال کیا تھا، فتحِ مکہ سے پہلے بھی ادب واحترام والا اور اس کے بعد بھی قیامت تک ادب واحترام والا؛ لیکن ایک دن اور اس میں بھی تھوڑے سے وقت کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے لیے مکہ کو حلال کیا تھا۔

لیکن جنگ کی نوبت نہیں آئی

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی کوشش یہ تھی کہ لڑائی نہ ہو، جنگ نہ ہو، اطمینان کے ساتھ مکہ سے کافروں کی حکومت ختم ہو جائے اور مکہ دار الاسلام بن جاوے، اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی مراد پوری فرمائی اور بہت اطمینان سے مکہ فتح ہو گیا۔ جس کا واقعہ تفصیل سے ان شاء اللہ! پیش کیا جاوے گا۔

عام معافی کا اعلان

حضور ﷺ نے عام معافی کا اعلان کر دیا کہ جو میری چچا زاد بہن ام ہانی رضی اللہ عنہا

کے مکان میں داخل ہوجاوے اس کو امن ہے، اس کو ہم قتل نہیں کریں گے، جو حرم میں داخل ہوجاوے اس کو بھی امن ہے، جو لوگ اپنے گھر کے دروازے بند کرلیویں ان کو بھی امن ہے، ہر ایک لیے امن، معافی اور جان بخشنے کا حضور ﷺ نے اعلان کردیا۔

اس دن حضور ﷺ چاہتے تو مکہ میں مرد، عورت، بچے، بوڑھے ہر ایک کو قتل کروا دیتے؛ اس لیے کہ مکہ کی عورتیں بھی ظالمہ تھیں، اللہ کے نبی کے راستے میں کانٹے بچھایا کرتی تھیں، اللہ کے نبی پر کچرا ڈالا کرتی تھیں، نبی کا مذاق اُڑایا کرتی تھیں؛ لیکن حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے سب کو معاف کردیا۔

گیارہ مرد اور تین عورتوں کو معافی نہیں

البتہ گیارہ مرد اور چار عورتیں بڑی خطرناک تھیں، ان کے لیے اعلان ہوا کہ ان کو معافی نہیں ہے، ان گیارہ مردوں میں ایک بہت بڑا نام ''عکرمہ'' ہے، یہ عکرمہ کون ہے؟ اِس امت کے فرعون ابوجہل کا بیٹا ہے، ابوجہل تو بدر کی لڑائی میں ماردیا گیا تھا؛ لیکن اس کا بیٹا عکرمہ، جیسا باپ ویسا بیٹا، ابوجہل بھی اللہ کے نبی کو ستاتا تھا، اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا عکرمہ بھی حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو ستاتا تھا۔

ان گیارہ میں سے ایک عکرمہ یمن کی طرف بھاگ گیا

عکرمہ کو پتہ چل گیا کہ میرے لیے معافی نہ ہونے کا اعلان ہوچکا ہے، اگر ایمان لے آتا، توبہ کرلیتا تو معافی ہوجاتی؛ لیکن اس وقت وہ ایمان نہیں لایا اور اپنی جان بچاکر مکہ سے یمن کی طرف بھاگ گیا، یمن جاکر اس کی نیت یہ تھی کہ کشتی میں بیٹھ

کر حبشہ یا کسی دوسرے ملک میں چلا جاؤں، وہ یمن گیا، وہاں سے کشتی کرایہ پر لی، اس میں بیٹھ گیا اور کشتی روانہ ہو گئی۔

سمندر میں طوفان

کشتی دریا میں چل رہی تھی کہ اچانک طوفان آیا، آندھیاں چلنے لگیں اور ایسی حالت ہو گئی کہ وہ کشتی ڈوب جاوے، اس نے کشتی میں بیٹھے بیٹھے پتھر، مٹی اور لکڑی کے اپنے بنائے ہوئے خداؤں کو پکارنا شروع کیا کہ: میری مدد کرو۔

سمندر میں لات وعزّٰی مدد نہیں کرسکتے

کشتی کے ملاح (کپتان) نے کہا کہ: اس دریا میں پتھر کے خدا: لات اور عزّٰی تیری مدد نہیں کرسکتے، ایک اللہ کو پکارو وہ مدد کریں گے۔

عکرمہ کی اچھی نیت

عکرمہ بڑا ہوشیار آدمی تھا، سردار کا بیٹا تھا، اس نے سوچا کہ دریا میں لات و عزّٰی نہیں بچا سکتے اور ایک اللہ ہی بچا سکتے ہیں تو زمین پر بھی ایک اللہ ہی بچا سکتے ہیں اور اللہ ہی حفاظت کرسکتے ہیں، اس نے اپنے دل میں نیت کی کہ اگر میں صحیح سلامت زمین پر پہنچ گیا اور یہ طوفان ختم ہو گیا تو میں محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤں گا اور شرک و کفر سے توبہ کر کے ایمان قبول کرلوں گا۔

اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہوا، طوفان ختم ہو گیا، کشتی اطمینان سے کنارے پر پہنچ گئی، اِدھر یہ قصہ ہوا۔

ام حکیم رضی اللہ عنہا کا ایمان اور اپنے شوہر کے لیے امان طلب کرنا

اُدھر دوسری طرف اس کی بیوی ام حکیم — جو اس کے سگی چچا کی لڑکی تھی وہ — فتحِ مکہ کے موقع پر ایمان لے آئی، حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا کا جذبہ تو دیکھو! یہی میں آپ کو سنانا چاہتا ہوں، وہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے پاس آئی اور آ کر کہتی ہے کہ: حضور! میرا شوہر عکرمہ ایمان نہیں لایا، وہ جان بچانے کے لیے بھاگ گیا ہے؛ کیوں کہ آپ نے اس کے قتل کرنے کا حکم دیا ہے، میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ آپ میرے شوہر کو بھی امان دے دیجیے۔

آپ ﷺ کا عکرمہ کو امان دینا

حضرت نبیٔ کریم ﷺ بڑے رحم والے تھے، ایک عورت جو ایمان لائی وہ اپنے شوہر کے لیے حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے سامنے درخواست کر رہی ہے، حضور ﷺ نے اس کی درخواست قبول کر لی اور فرمایا: ٹھیک ہے، تمھارا شوہر عکرمہ کافر ہے؛ لیکن ہم اس کو معاف کر دیتے ہیں۔

بیوی شوہر کی تلاش میں

اس کے بعد ان کی بیوی اپنے شوہر کو تلاش کرنے کے لیے نکلی — مکہ سے یمن دور ہے — بیوی تلاش کرتے کرتے یمن پہنچی، اللہ اکبر!

شوہر اور بیوی کی ملاقات ہوگئی، بیوی ام حکیم رضی اللہ عنہا نے عکرمہ کو کہا کہ: میں تیرے لیے تیری جان بچانے کا پروانہ (certificate) لے کر آئی ہوں، اللہ کے

نبی ﷺ نے تجھے معاف کر دیا ہے۔

حضور ﷺ کی تین خوبیاں

اِس موقع پر حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا نے اپنی زبان سے اپنے شوہر عکرمہ کے سامنے بڑی زبردست بات کہی جس میں حضور ﷺ کی تین خوبیاں بیان کی، ام حکیم رضی اللہ عنہا نے کہا:

جِئْتُكَ مِنْ اَوْصَلِ النَّاسِ، وَاَبَرِّ النَّاسِ، وَخَيْرِ النَّاسِ، لَاتُهْلِكْ نَفْسَكْ، وَقَدِ اسْتَأْمَنْتُ لَكَ مِنْهُ، فَاَمَّنَكَ ۔

یعنی میں تیرے لیے ایسے انسان کے پاس سے معافی کا سرٹیفکیٹ لے کر آئی ہوں: (۱) جو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے (یعنی رشتے داروں کے ساتھ تعلق کو جوڑنے) والے ہیں۔

(۲) جو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ نیکی کرنے والے ہیں۔

(۳) جو تمام لوگوں میں سب سے بہتر ہیں۔

قطع رحمی کرنے والی کی شب قدر میں بھی مغفرت نہیں ہوتی

میری دینی بہنو! یہ تینوں خوبیاں اپنی زندگی میں اتارو، پہلی خوبی: صلہ رحمی۔ رشتے داروں کے ساتھ اچھا تعلق رکھنا یہ ہمارے دینِ اسلام میں بہت بڑی نیکی کا کام ہے؛ بلکہ جو لوگ رشتے داریوں کو کاٹتے ہیں، رشتے داروں کے ساتھ بات تک نہیں کرتے ایسے لوگوں کی لیلۃ القدر میں بھی مغفرت نہیں ہوتی ہے۔

آئندہ کل سے اخیری عشرہ شروع ہو رہا ہے، کوئی بھی رات شبِ قدر ہو سکتی ہے؛اس لیے اگر کسی رشتے دار کے ساتھ جھگڑا ہو گیا ہے، بات چیت بند ہے تو پہلی فرصت میں سلام کرلو، بات شروع کر دو، رشتے داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی بہت بڑی فضیلت آئی ہے، تمام رشتے دار خواہ اپنے شوہر کی طرف کے ہوں یا اپنے والدین کی طرف کے ہوں، دونوں طرف کے رشتے داروں کے ساتھ اچھا سلوک اور برتاؤ کرو۔

اپنے اندر نیکی لاؤ

دوسری خوبی: نیکی۔ اپنے اندر نیکی لاؤ، گناہ سے اپنے آپ کو بچاؤ، رمضان کا مبارک مہینہ زندگیوں میں تبدیلی لانے کا مہینہ ہے، آج تک کی زندگی گناہوں میں اور نافرمانی میں گذر گئی، اب رو دھو کر سچی پکی توبہ کر کے اپنی زندگیوں کو بدلو اور گناہ سے نیکی کے راستے پر آجاؤ، اِس کو کہتے ہیں ''اَبَرُّ النَّاسِ''؛ یعنی لوگوں میں سب سے زیادہ نیکی کرنے والے۔ اللہ تعالیٰ مجھے، آپ کو اور پوری دنیا کے اہلِ ایمان کو نیکی والی صفت اپنانے کی توفیق عطا فرماوے، آمین۔

اور تیسری خوبی: خیر الناس؛ یعنی لوگوں میں سب سے اچھے ہیں۔

اس کے بعد حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر سے کہا کہ: میرے ساتھ مکہ واپس چلو اور حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے سامنے حاضر ہو جاؤ اور اپنے شرک و کفر سے توبہ کر لو، ایمان قبول کرلو۔

ایمان کی برکت سے اللہ کا عجیب ڈر

عکرمہ پہلے سے کشتی میں بیٹھے بیٹھے نیت کر چکے تھے، اب بیوی بھی سمجھا رہی ہے؛ اس لیے مان گئے اور پھر مکہ آنے کے لیے روانہ ہو گئے۔

یمن سے مکہ کا راستہ لمبا ہے، کتنے دنوں سے دونوں میاں بیوی الگ الگ تھے، راستے میں عکرمہ نے اپنی بیوی سے کہا کہ: مجھے تمھارے ساتھ اپنی ضرورت پوری کرنی ہے؛ یعنی جماع کرنا ہے۔

حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا کا ایمان دیکھو! سفر میں کوئی اور دیکھنے والا نہیں؛ لیکن صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ: تو کافر ہے اور میں ایمان لا چکی ہوں؛ اس لیے ابھی تو مجھے چھو بھی نہیں سکتا، تو اپنی ضرورت مجھ سے پوری نہیں کر سکتا۔

ایمان اور حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی مبارک صحبت کی برکت سے دل میں اللہ کا کیسا ڈر آچکا تھا!!!

اللہ تعالیٰ امت کے تمام مسلمان بھائی بہنوں کو اپنا ڈر، اپنا خوف عطا فرماوے، آمین۔

اگر اللہ کا ڈر آجاوے تو گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے

اگر اللہ کا ڈر آجاوے تو ہر طرح کے ناجائز تعلقات سے بچنا آسان، حرام کاموں سے بچنا آسان، گناہوں سے بچنا آسان، غیر مردوں سے دور رہنا آسان ہو جائے گا۔

عکرمہ آرہے ہیں تم ان کے باپ کو برا مت کہنا

بیوی شوہر کو سمجھا بجھا کر مکہ لے آئی، حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو پتہ چل گیا کہ عکرمہ آرہے ہیں تو وہاں جو صحابہ مجلس میں موجود تھے ان کو حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لِأَصْحَابِہِ: یَأْتِیْکُمْ عِکْرَمَۃُ بْنُ أَبِي جَھْلٍ مُھَاجِرًا، فَلَاتَسُبُّوْا أَبَاہُ، فَإِنَّ سَبَّ الْمَیِّتِ یُؤْذِيْ الْحَیَّ، وَلَا یَبْلُغُ الْمَیِّتَ

دیکھو: عکرمہ ہجرت کر کے ایمان قبول کرنے کے لیے آرہے ہیں، جب وہ آجاوے تو تم اس کے باپ کو گالی مت دینا؛ اس لیے کہ — اگرچہ اس کا باپ اِس امت کا فرعون، نبی کا دشمن اور اسلام کا دشمن تھا؛ مگر — تم اس کے مرے ہوئے باپ کو گالی دوگے تو اس کے زندہ بیٹے کو تکلیف پہنچے گی اور مرے ہوئے کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

گالی دینا کتنی بری بات ہے؟

اندازہ لگاؤ! ایک مرا ہوا انسان جو کافر تھا، کافروں کا لیڈر تھا، اِس امت کا فرعون تھا، نبی کو ستانے والا تھا اس کو بھی حضور ﷺ نے گالی دینے سے منع فرمایا۔

آج ہم چھوٹی چھوٹی باتوں میں گالیاں تک دیتے ہیں، گندی گندی باتیں بولتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔

اس لیے گالی گلوچ سے اپنے آپ کو بچاؤ، اپنی اولاد کو بچاؤ، اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھو۔

اللہ تعالیٰ ہماری ایسی گندی عادت سے حفاظت فرمائے، آمین۔

کافروں کے بتوں کو بھی گالی مت دو؛ ورنہ وہ تمھارے معبود کو گالی دیں گے

اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ قرآن میں فرمایا وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ (الأنعام:۱۰۸)

ترجمہ: اور (اے مسلمانو!) جن (بتوں) کی وہ (مشرکین) اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں تم ان کو برا مت کہو؛ ورنہ (کہیں ایسا نہ ہو کہ جہالت سے) بغیر سمجھے ہوئے حد سے آگے بڑھ کر وہ بھی اللہ تعالیٰ کو برا کہنے لگیں۔

یعنی جو کافروں کے بت ہیں، کافروں کے دیوی دیوتا ہیں ان کو بھی گالی مت دو، تم ان کے بتوں کو گالی دو گے تو وہ جہالت کی وجہ سے جواب میں اللہ کو گالی دیں گے اور اللہ کو گالی دینے کا ذریعہ تم بنو گے۔

دوسروں کے ماں باپ کو گالی مت دو؛ ورنہ!!!

اسی طرح دوسروں کے ماں باپ کو برا بھلا مت کہو؛ کیوں کہ سامنے والا تمھارے ماں باپ کو برا بھلا کہے گا اور تم اپنے ماں باپ کے لیے گالی کا ذریعہ بنو گے۔ حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے اس طرح کی چیزوں سے منع فرمایا ہے۔

پاکیزہ جذبہ

دینی بہنو! عکرمہ آئے، ایمان قبول کرلیا، اب عکرمہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن گئے۔

حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا کیسی وفادار، نیک جذبے والی اور خوش نصیب عورت تھیں کہ ان کی بدولت شوہر کو ایمان نصیب ہوا!!!!

اللہ تعالیٰ ہماری دینی بہنوں کو ایسے پاکیزہ جذبات عطا فرماوے، جو اپنے شوہر، اپنی اولاد، اپنے خاندان کے لیے دین داری کے آنے کا ذریعہ بنے، ان شاء اللہ! یہ چیز آپ کے لیے جنت کا ذریعہ بنے گی، اللہ کی رضا کا ذریعہ بنے گی، اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے عزت کی دولت سے مالا مال فرمائیں گے۔

معافی مانگنے والا کبھی نیچا نہیں ہوتا

دینی بہنو! رمضان کا مبارک مہینہ ہے، زندگیوں میں کچھ تبدیلی لاؤ، آج تک جس کے ساتھ گالی گلوچ ہوگئی، تعلق توڑ دیا، لڑائی جھگڑا ہو گیا تو معافی مانگ لو، معافی مانگنے والا کبھی نیچا نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ اس کو اونچا مقام عطا فرماتے ہیں، آپ بات چیت، سلام شروع کردو، وہ اگر نہ کرے تو آپ کی ذمے داری ادا ہوگئی، اگر زیادہ بات کرنے میں جھگڑے کا خطرہ ہے تو صرف سلام کردو، لیکن دل میں میل، کینہ ہوگا تو لیلۃ القدر میں بھی مغفرت نہیں ہوتی ہے۔

ستر ہزار (70000) مرتبہ کلمۂ طیبہ پڑھنے کی فضیلت

روزوں کا مقصد ''دل میں اللہ کا ڈر آنا'' ہے، یہ آخری عشرہ ہے، روزانہ سحری کے وقت چار آٹھ رکعت تہجد پڑھ کر رو رو کر اللہ سے دعائیں کرو، افطار سے پہلے بھی دس پندرہ منٹ بیٹھ کر دعائیں کرو اور کلمہ طیبہ ''لا الٰہ الا اللہ'' ستر ہزار (۷۰۰۰۰) مرتبہ پورا

کرلو، حدیث میں آتا ہے کہ: جو کلمۂ طیبہ ستر ہزار مرتبہ پڑھ کر اپنے مرحومین کو ایصالِ ثواب کردے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کردیتے ہیں۔

اسی طرح ہم اپنے لیے پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے یہاں محفوظ (reserve) کروادیویں؛ تاکہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے ہماری مغفرت کردیوے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان کی برکت سے اپنی رضا کی دولت سے مالامال فرماوے، آمین۔

سورۂ اخلاص اور سورۂ کافرون کی فضیلت

اخیر میں ایک سنت ذکر کردوں: حضرت نبیٔ کریم ﷺ فجر سے پہلے کی دو رکعت سنتِ مؤکدہ میں اور مغرب کے بعد کی دو رکعت سنتِ مؤکدہ میں؛ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد "سورۂ کافرون" اور دوسری رکعت میں "الحمد" کے بعد "سورۂ اخلاص" پڑھا کرتے تھے۔

اس کی عادت بنالو، اس کا بہت بڑا فائدہ ہے۔

ترمذی شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے حضرت نبیٔ کریم ﷺ سے پوچھا کہ: میں رات کو سوتے وقت کیا پڑھوں؟

آپ ﷺ نے جو بات ارشاد فرمائی اس کا خلاصہ یہ ہے:

بستر پر پہنچ کر ایک مرتبہ "سورۂ کافرون" پڑھو؛ اس لیے کہ اس میں شرک سے براءت ہے۔

نکتہ یہ نکلا کہ اس کی برکت سے ایمان شرک سے پاک ہو جاتا ہے اور "قل ہو

اللہ احد‘‘ میں ایمان کی تازگی ہے؛اس لیے اس سنت کو زندہ کرو، اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کوشرک سے بچائے، ہمارے ایمان کو مضبوط اور تازہ بنا دیوے، ہمارے اس جمع ہونے کو اور کہنے سننے کو قبول فرمائے، اپنی رضا اور اپنی خوشنودی کا ذریعہ بنادئے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

ملکہ بلقیس کا

عجیب واقعہ

(حصہ: اول)

اقتباس

ماحول کا اثر انسان کو ایمان سے بھی محروم کر دیتا ہے

وہ ایمان والی نہیں تھی؛ لیکن زندگی کے آخری دنوں میں الحمد للہ — وہ ایمان لے آئی، اس کے ایمان کا قصہ ان شاء اللہ! ہم آگے سنیں گے، شروع میں اس کو ماحول اچھا نہیں ملا، مشرکہ عورت تھی، سورج کی پوجا کرتی تھی، کافروں کے ماحول میں رہنے کی وجہ سے اسے کفر سیکھنے کو ملا، یہ سب کچھ غلط ماحول کا اثر تھا۔

اِس سے یہ بات سیکھنے کو ملی کہ جب غلط ماحول ملتا ہے تو انسان ایمان تک سے محروم ہو کر کے کافر بن جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان کہ ہم کو ماں باپ بھی ایمان والے ملے، ماحول بھی ایمان والا ملا، انسان کو کفر اور شرک کا ماحول ملتا ہے تو نعوذ باللہ — کافر بن جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہم کو ایمان کے ساتھ باقی رکھے، آمین۔

بسم الله الرحمن الرحيم

أَلْحَمْدُ للهِ الَّذِيْ هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ وَ مَاكُنَّالِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللهُ وَ أَكْمَلَ لَنَا دِيْنَنَا أَتَمَّ عَلَيْنَانِعمَهُ وَ رَضِيَ لَنَا الْإِسْلَامَ دِيْناً،وَ أَشْهَدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَه وَ أَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ شَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُه،صَلَوٰاتُ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِه وَاَصْحَابِه وَذُرِّيَّاتِه وَ اَهْلِ بَيْتِه وَاَهْلِ طَاعَتِه، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً ۔۔۔۔اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ﴿۲۰﴾ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۱﴾ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿۲۲﴾ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ (النمل)

آیات کا ترجمہ مع فوائد

اور اس (سلیمان) نے (ایک مرتبہ) پرندوں کی حاضری لی، سو وہ (سلیمان علیہ السلام) کہنے لگے: کیا بات ہے مجھے ہدہد (کیوں) نظر نہیں آتا، کیا وہ کہیں غائب ہو گیا ہے؟ ﴿۲۰﴾

فوائد: (۱) ہدہد چھوٹا اور کمزور پرندہ ہے، معلوم ہوا چھوٹوں اور کمزوروں پر بھی

نظر رہنی چاہیے۔

(۲) پرندوں کی طبیعت ایک جگہ رہتی نہیں، وہ اڑتے پھرتے ہیں، معلوم ہوا ماتحتوں میں جن کا مزاج ہی گھومنے پھرنے کا ہو ان کی حاضری کی خصوصی فکر رکھیں۔

(۳) اچانک حاضری لینے کا ثبوت بھی نکلتا ہے۔

ترجمہ: میں اس کو (غیر حاضری پر) ضرور سخت سزا دوں گا، یا اس کو ذبح کر ڈالوں گا یا میرے پاس کوئی ایسی وجہ بتلاوے جو (غیر حاضری کی) حقیقت کو ظاہر کرنے والی ہو (یعنی غیر حاضری کا صحیح عذر مجھے بتاوے) ﴿۲۱﴾

فائدہ: معلوم ہوا عذر بھی سننا چاہیے، صرف تاناشاہی نہ چلاوے کہ بغیر اجازت سے گیا ہی کیوں؟ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر معقول عذر کی سے یا بلا عذر غیر حاضر ی کرے تو تادیبی کارروائی (سزا) بھی کی جاسکتی ہے۔

ترجمہ: سو وہ (ہدہد) تھوڑی دیر بعد حاضر ہو گیا، اور وہ (ہدہد سلیمان علیہ السلام سے) کہنے لگا: میں نے ایک ایسی بات معلوم کی ہے جس کی آپ کو خبر نہیں ہے۔

فوائد: (۱) ہدہد کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سمجھ ملی ہے کہ حضراتِ انبیاء عالم الغیب نہیں ہوتے۔ غور کرو جس نبی کے متعلق آیت ۱۵ میں خود باری تعالیٰ کا علم عطا فرمانا بیان کرے، ان کو ہدہد نے ایک بات کی اطلاع دی۔

(۲) بڑے سے بڑے انسان کا علم محیط نہیں ہوسکتا، کوئی اپنے علم کی وسعت پر نازاں نہ ہو۔

(۳) نیز اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ بڑوں کو ہر چیز معلوم ہو یہ ضروری

نہیں، چھوٹوں کی معلومات سے بھی استفادہ کرنا چاہیے۔

ترجمہ: اور میں ملکِ سبا سے ایک یقینی خبر لے کر تمھارے پاس حاضر ہوا ہوں۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ بڑوں کی خدمت میں یقینی و تحقیقی باتیں عرض کرنی چاہیے۔

ترجمہ: میں نے ایک عورت کو (وہاں) دیکھا ہے جو ان پر حکومت کررہی ہے اور اس کو ہر طرح کا (ضروری) سامان ملا ہے اور اس کا ایک بڑا تخت بھی ہے ﴿۲۳﴾

(از تیسیر القرآن)

آج کی اس مجلس سے قرآن میں آیا ہوا ایک عورت کا واقعہ شروع کررہے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس میں آئے ہوئے اسباق اور نصیحت کی باتوں پر ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے، اپنی رضا اور خوشنودی کا ذریعہ بنائے، آمین۔

کُل چوبیس آیتوں میں واقعہ ذکر کیا گیا ہے

اس عورت کا نام "بلقیس" بتلایا جاتا ہے، یہ ایک ایسی عورت ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس کو دنیا میں بڑی حکومت عطا فرمائی تھی، وہ ایک ملک کی رانی (Queen) تھی، اس کا عجیب وغریب قصہ ان آیات میں آیا ہے، یہ قرآنِ مجید کے انیسویں پارے کی "سورۃ النمل" ہے، اس کی آیت نمبر بیس (۲۰) سے آیت نمبر چوالیس (۴۴) تک اس عورت کا قصہ ذکر کیا گیا ہے، ان شاء اللہ! یہ کل چوبیس (۲۴) آیتوں کی تفسیر اس واقعے کے ساتھ آپ کی خدمت میں عرض کریں گے، اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم شامل حال فرمائے۔

واقعہ شروع کرنے سے پہلے چند ضروری باتیں

پہلے دو تین ضروری چیزیں سمجھ لیں: ایک تو یہ کہ یہ بلقیس کون تھی؟

دوسرا یہ کہ یہ عورت کہاں کی تھی؟

تیسرا یہ کہ اس عورت کا خاندان کون سا تھا؟

یہ کچھ اہم سوالات ہیں، وہ پہلے آپ اچھی طرح سمجھ لیں؛ تا کہ قصہ اچھی طرح آپ کی سمجھ میں آجاوے۔

''سبا'' کا تعارف

یمن ایک ملک کا نام ہے، جو مدینۂ منورہ اور مکہ مکرمہ کے قریب میں واقع ہے، اس کی راجدھانی کا نام ''صنعاء'' ہے، جس کو انگریزی میں sana کہتے ہیں، پرانے زمانے میں صنعاء کے قریب ''سبا'' نام کا ایک شہر تھا، اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے بڑا عجیب اور بڑا خوب صورت بنایا تھا، وہاں کا ڈیم مشہور تھا، وہاں قدرتی طور پر مکھی، مچھر، زہریلے سانپ، کوئی گندی چیز نہیں ہوا کرتی تھی، بہت ہی عمدہ شہر تھا۔

بلکہ دوسری جگہ سے آنے والے مسافر کے کپڑے یا بدن میں جوئیں ہوتیں تو وہ بھی وہاں آ کر مر جاتی تھیں، کوئی زہریلا جانور بھی نہ تھا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ چار یا پانچ سال پہلے میں نے آپ کی مسجد میں ظہر کے بعد اس کا پورا قصہ بیان کیا تھا، آپ پرانی سی ڈی (c.d) میں اس کو سن سکتے ہیں۔

آج کل لوگ بیوقوفی کر کے لڑکیوں کے نام بھی ''سبا'' رکھتے ہیں؛ حالاں کہ سبا ایک شہر کا نام تھا، اگر ''سین'' کے بجائے ''صاد'' کے ساتھ ''صبا'' پڑھیں تو ''ہوا'' کا نام

ہوجاتا ہے۔

سبا کون تھا؟

حدیث میں ہے کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو پوچھا گیا: یہ سبا کون تھا؟

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے جواب دیا کہ: یہ ایک آدمی تھا جس کے دس بیٹے تھے، اس کے چھ (۶) بیٹے داہنی طرف (right side) چلے گئے، اور انھوں نے پورا شہر آباد کردیا، یہی ''یمن'' کہلاتا ہے۔

اور چار (۴) بیٹے بائیں طرف (Left side) چلے گئے، انھوں نے ''شام'' آباد کیا جس کو ہم ''سیریا'' کہتے ہیں۔

بلقیس کے خاندان کا تعارف

اسی ''سبا'' کی رانی کا نام ''بلقیس'' ہے، اس کے ابا کا نام ''شراحیل'' تھا، یہ ''یعرب بن قحطان'' کی نسل اور اولاد میں سے تھی، بلقیس کا باپ بھی بہت بڑا بادشاہ تھا، کہتے ہیں کہ: اس کے دادا، پردادا، اوپر تک انتالیس (۳۹) بادشاہ اس کے خاندان میں ہوچکے تھے اور یہ ''شراحیل'' چالیسویں (۴۰) نمبر پر تھا، یہ شراحیل اپنے آپ کو بہت بڑا بادشاہ سمجھتا تھا، وہ تکبر میں لوگوں سے یوں کہتا تھا کہ: میرے ساتھ شادی کے لیے انسانوں میں کوئی خاندان نہیں ہوسکتا، میرا انسانوں میں کوئی ''کفو'' اور برابر کا ہے ہی نہیں۔

اس لیے کہ لوگ شادی کرنے کے لیے علم، عقل، ہوشیاری اور مال داری میں اپنے برابر کی فیملی ڈھونڈتے ہیں۔

وہ کہتا تھا کہ: میں اتنا بڑا بادشاہ ہوں اور اتنا مال دار ہوں کہ انسانوں کی کوئی فیملی نکاح کرنے کے لیے میرے برابر نہیں ہے؛ اس لیے میری شادی جناتوں کی فیملی میں ہونی چاہیے۔

بلقیس کے باپ کا نکاح ایک جنّی عورت سے

لوگ کہنے لگے کہ: بہت اچھا! انسانوں میں تیرے برابر کی کوئی فیملی نہیں ملتی تو کسی جنات کی لڑکی سے ہم تیری شادی کروادیتے ہیں؛ چنانچہ ایک جنات کی فیملی میں اس کی شادی ہوئی اور جنات کی جس لڑکی کے ساتھ اس کی شادی ہوئی۔

اس جنی عورت کا نام؟

اس کا نام بعض تفسیری روایتوں میں ''ریحانہ بنت سکن'' آیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ: بلقعہ یا بلعمہ بنت شیصان نام کی ایک جنات کی لڑکی کے ساتھ اس کی شادی کرائی گئی۔

''جنّ'' سے شادی کرنے کا مسئلہ

آپ کے دماغ میں یہ مسئلہ آسکتا ہے کہ کیا کوئی انسان مرد جنات کی لڑکی سے شادی کرسکتا ہے یا انسانوں میں سے کوئی عورت جنات کے مرد سے شادی کرسکتی ہے؟

فتاویٰ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ: بعض مفتیانِ کرام اس شادی اور نکاح کو جائز کہتے ہیں، ایک کتاب کا نام ''آکام المرجان فی احکام الجان'' ہے، حضرت علامہ عبدالحی لکھنویؒ ہمارے ایک بہت بڑے مفتی گذرے ہیں، انھوں نے اس میں اس طرح کے مسائل بھی

لکھے ہیں اور ایسے قصے بھی لکھے ہیں۔

میں نے یہاں آپ کو شریعت کا مسئلہ بتایا؛ لیکن بلقیس کے باپ نے جنات کی لڑکی سے شادی کی، یہ ہمارے لیے کوئی دلیل نہیں ہے؛ اس لیے کہ وہ تو کافر تھا، غیر مسلم تھا اور یہ واقعہ پچھلی امتوں کا ہے۔

ایک بہت ہی اہم بات

یہاں ایک اہم بات سمجھنی چاہیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو ہمارے جوڑے بنائے ہیں، یہ انسانوں کے لیے انسان میں اور جناتوں کے لیے جنات میں، جانوروں کے لیے جانور میں، پرندوں کے لیے پرندوں میں، یہ اللہ تعالیٰ کا نظام (System) ہے، اس نظام کو توڑنا نہیں چاہیے اور اس کو بدلنا نہیں چاہیے، اسی میں خیر اور برکت ہے۔

آج کا بگڑا معاشرہ جو جانوروں سے جنسی تعلقات رکھتا ہے

آج دنیا میں ایسی بگڑی ہوئی عورتیں ہیں جو جانوروں کے ساتھ میاں بیوی والے تعلق رکھتی ہیں اور ایسے مرد بھی ہیں جو جانوروں کے ساتھ میاں بیوی والے تعلق رکھتی ہیں، ایسی گندگی اور ایسا بگاڑ آج کے انسانوں میں ہے، یہ حرام ہے، شریعت میں بالکل جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ایسے بگاڑ سے ابھی بھی اور مستقبل میں بھی ہماری سوسائٹی اور ہمارے سماج کی حفاظت فرماوے، آمین۔

قرآن کا فرمان

قرآن کی ایک آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ؕ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ⑪

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کو وہی (اللہ تعالیٰ) پیدا کرنے والے ہیں، اس (اللہ تعالیٰ) نے تمھارے لیے تم ہی میں سے جوڑے بنائے اور مویشیوں کے بھی جوڑے بنائے (اور) وہ (اللہ تعالیٰ) تم کو اس میں بڑھاتے ہیں، کوئی چیز اس کے جیسی نہیں ہے اور وہی ہر بات سنتے ہیں (اور) سب کچھ دیکھتے ہیں﴿۱۱﴾

یعنی انسانوں کے لیے انسان میں سے جوڑے بنائے اور جانوروں میں جانوروں کے جوڑے بنائے۔

انسان کی جنسی ضرورت انسان ہی سے پورا ہونا بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے

اس آیت میں غور کرو ''مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا'' فرمایا؛ حالاں کہ جماع کرنا اور نکاح کرنا ایک ضرورت ہے، وہ اپنے ہی اندر سے پوری کرنا ہے، اسی طرح انسان کے ساتھ بہت ساری دوسری ضروریات لگی ہوئی ہیں وہ تمام ضروریات اپنے ہم جنس سے پوری نہیں کرتا، مثلاً کھانا ایک ضرورت ہے؛ لیکن وہ انسان اپنے ہم جنس دوسرے انسان سے پورا نہیں کرتا کہ ایک انسان دوسرے انسان کا گوشت کھاوے، انسان کا گوشت حرام ہے اور یہ حرام ہونا انسانی شرافت وکرامت کی وجہ سے ہے۔

لیکن آج کچھ انسان جو دوسرے جانوروں سے بھی بدتر ہیں وہ انسان کا گوشت

کھاتے ہیں، انسانیت میں کتنی گراوٹ آ گئی ہے۔

خیر! تو کھانے جیسی ضرورت ایک انسان دوسرے انسان سے پوری نہیں کرتا؛ بلکہ دوسرے حلال جانوروں سے پوری کرتا ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔

لیکن جماع جیسی جنسی ضرورت انسان اپنی ہی ہم جنس انسانی نوع میں بیوی سے، باندی سے پوری کرتا ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے؛ ورنہ تصور کرو! اگر انسان کو کسی اور جانور سے یہ ضرورت پوری کرنی ہوتی تو کیسی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا؟

جماع کا لطف اور مزہ ہی کیا ہوتا؟ اولاد کتنی مشکل ہوتی؟

اس لیے انسان جنسی ضرورت اپنی ہی نوع سے پوری کرے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔

''کُفُو'' کا مسئلہ اور اہمیت

اِسی آیت کے تناظر (Refrence) میں ایک دوسری بڑی اہم بات سمجھو! کہ ہمارے دین میں ''کُفُو'' بہت اہم چیز ہے، کفو کا مطلب ہوتا ہے ''برابری''؛ یعنی جب نکاح کرے تو جوڑا برابر برابر ہے کہ نہیں وہ دیکھنا چاہیے، خاص کر کے دین داری میں برابری دیکھنا چاہیے۔

اگر دین داری میں برابری، بزنس اور کاروبار میں برابری، عقل اور ہوشیاری میں برابری، علم اور ایجیوکیشن میں برابری دیکھ کر شادی کریں گے تو دونوں اچھے میچ (Match) ہو جائیں گے، ایک دوسرے کو سمجھ سکیں گے اور سمجھ کر اچھی طرح سکون والی زندگی گزار سکیں گے۔

انٹرنیٹ پر جوڑے کا انتخاب ایک نقصان دینے والا عمل

اگر برابری نہیں ہے جیسے کہ آج کل ایک بیماری چل رہی ہے، ایک غلط رواج بن رہا ہے انٹرنیٹ کے ذریعے پسند (Choice) کرنے کا، اور فانی چیزوں کو دیکھ کر پسند کرنے کا، تو اس میں تھوڑے دن تو اچھا لگتا ہے؛ لیکن بعد میں نقصان ہوتا ہے، دونوں کی فیملی جیسی جمنی چاہیے ایسی جمتی نہیں ہے اور اس کے بڑے نقصانات ہوا کرتے ہیں؛ اسی لیے ہمارے دین میں کفو؛ یعنی برابری کو ایک اچھا درجہ بتایا گیا۔

ماں کے جنّی ہونے کا اثر بلقیس میں

بہر حال! بلقیس کے باپ شراحیل نے ایک جنّی عورت کے ساتھ شادی کی، ان دونوں کے نکاح کے بعد اللہ نے جو لڑکی عطا فرمائی اسی لڑکی کا نام بلقیس ہے؛ گویا کہ یہ بلقیس عجیب وغریب لڑکی تھی کہ باپ انسان میں سے اور ماں جنات میں سے۔

بعض تفسیر کی کتابوں میں عجیب وغریب بات لکھی ہوئی ہے کہ قدرتی طور پر بلقیس کے پاؤں کی ایڑی جانوروں جیسی تھی، ظاہر بات ہے کہ دو الگ الگ (یعنی انسان اور جنات) سے یہ لڑکی پیدا ہوئی تو ایسا ممکن (Possible) ہے۔

بعض جانوروں کے پیر میں کُھر بھی ہوتے ہیں جیسے کہ گھوڑا، گدھا، خچر، اونٹ، ان کے پیروں میں کُھر ہوتا ہے، بلقیس کے پیر بھی کُھر کی طرح تھے۔

نیز بلقیس کو اللہ تعالیٰ نے لمبے لمبے گھنے بال عطا فرمائے تھے، یہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت ہے جس کو امام سیوطیؒ نے نقل کیا ہے۔

ماحول کا اثر انسان کو ایمان سے بھی محروم کر دیتا ہے

وہ ایمان والی نہیں تھی؛ لیکن زندگی کے آخری دنوں میں الحمد للہ — وہ ایمان لے آئی، اس کے ایمان کا قصہ ان شاء اللہ! ہم آگے سنیں گے، شروع میں اس کو ماحول اچھا نہیں ملا، مشرکہ عورت تھی، سورج کی پوجا کرتی تھی، کافروں کے ماحول میں رہنے کی وجہ سے اسے کفر سیکھنے کو ملا، یہ سب کچھ غلط ماحول کا اثر تھا۔

اِس سے یہ بات سیکھنے کو ملی کہ جب غلط ماحول ملتا ہے تو انسان ایمان تک سے محروم ہو کر کے کافر بن جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان کہ ہم کو ماں باپ بھی ایمان والے ملے، ماحول بھی ایمان والا ملا، انسان کو کفر اور شرک کا ماحول ملتا ہے تو نعوذ باللہ — کافر بن جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہم کو ایمان کے ساتھ باقی رکھے، آمین۔

ملکہ بلقیس اور اس کی پارلمینٹ

اس کے باپ کے مرنے کے بعد پورے سبا علاقے کی حکومت اِس بلقیس کے ہاتھ میں آگئی اور وہ رانی بن گئی، اس کی ایک پارلمینٹ تھی، اس پارلمینٹ میں تین سو بارہ (312) بڑے بڑے اس کے رکن (ممبر) تھے، اور ہر ایک کی ماتحتی میں دس ہزار لوگ ہوا کرتے تھے۔

ملکہ بلقیس کا لشکر

بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ اس کے بڑے بڑے لشکر کے بارہ ہزار کمانڈر (Comander) تھے اور ہر کمانڈر کی ماتحتی میں ایک لاکھ سپاہیوں کی آرمی اور فوج

ہوا کرتی تھی۔

عالی شان محل اور تخت

اس کا ایک بہت بڑا عالی شان اور عجیب وغریب محل تھا، وہ اس محل کے تمام دروازوں کو تالا لگاتی تھی اور رات کو چابی اپنے تکیے کے نیچے رکھ کر سویا کرتی تھی۔

اس کا ایک عظیم اور بڑا تخت بھی تھا، پرانے زمانے میں بادشاہ لوگ اپنی حکومت چلانے کے لیے شاندار تخت پر بیٹھتے تھے، قرآن میں خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ اور بلقیس کا تخت بہت بڑا تھا۔

تخت کی مقدار

تفسیر کی ایک روایت میں ہے کہ اس کا تخت اسّی (۸) ہاتھ لمبا۔یعنی تقریباً ایک سوبیس فٹ۔اور چالیس ہاتھ چوڑا، اور تیس (۳) ہاتھ اونچا تھا۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بقول لمبائی اور چوڑائی تیس تیس (۳) ہاتھ اور اونچائی اسی (۸۰) ہاتھ تھی۔

یہ تخت سونے (Gold) کا بنا ہوا تھا، لال رنگ کے یاقوت کے پتھر، ہرے ہرے (green) رنگ کے زبرجد کے پتھر اور موتی اس کے تخت پر لگے ہوئے تھے۔

نیز اس کے تخت پر سات روم بھی تھے اور ہر روم کا الگ الگ دروازہ تھا، اتنا عالی شان اس کا تخت تھا۔

یہ بلقیس خود بھی شرک وکفر کرتی تھی اور اس کی عوام بھی شرک وکفر کرتی تھی، یہ میں نے آپ کو بلقیس کی تھوڑی سی پہچان کرائی، آگے جیسے جیسے قصہ آئے گا اس کا تعارف

خود سمجھ میں آتا جائے گا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر

اب ہم اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر کرتے ہیں: حضرت سلیمان علیہ السلام ـــ جن کو (عیسائی) لوگ سولومون (solomo) کہتے ہیں ـــ کی قبر بیت المقدس (Palestine) میں مسجدِ اقصیٰ کے قریب ہے، الحمدللہ! وہاں اللہ تعالیٰ نے بندے کو حاضری کی سعادت عطا فرمائی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہ بھی تھے اور اللہ کے نبی بھی تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو عجیب وغریب حکومت دی تھی: انسان، جنات، پرندے، جانور، اور ہوا، ہر چیز پر آپ کی حکومت تھی۔

نیز حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ خوبی بھی دے رکھی تھی کہ وہ پرندوں اور جانوروں کی بات سمجھتے تھے اور ان کے ساتھ بات چیت بھی کرتے تھے۔

تفسیری روایتوں میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے انیس (۱۹) بیٹے تھے؛ لیکن ان سب میں حضرت سلیمان علیہ السلام کو علومِ نبوت اور تاجِ نبوت نصیب ہوا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا سفرِ مکہ

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب مسجدِ اقصیٰ بنالی تو مکہ مکرمہ گئے اور وہاں انھوں نے چند دن قیام کیا۔

اس لیے کہ مکہ ایک ایسی جگہ ہے کہ تقریباً اللہ تعالیٰ کے تمام نبی وہاں حج وعمرہ

کرنے کے لیے پہنچے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی وہاں بار بار لے جائے، آمین۔

سلیمان علیہ السلام کی سیدنا حضرت محمد ﷺ کے متعلق پیشین گوئی

حضرت سلیمان علیہ السلام مکہ مکرمہ میں روزانہ پانچ ہزار اونٹنیاں، پانچ ہزار بیل اور تیس ہزار مینڈھے ذبح کر کے لوگوں کی دعوت کرتے اور مکہ میں اپنی قوم کے سرداروں کو جمع کر کے یوں کہتے کہ: یہ مکہ وہ شہر ہے جہاں اللہ کے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ آنے والے ہیں اوران کی صفت یہ ہوگی کہ:

جتنے ان کے مخالفین ہوں گے اللہ تعالیٰ ان پر ان کو غالب کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ان کو ایسا رعب عطا فرمائیں گے کہ ایک مہینے کی دوری تک ان کا رعب چلتا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے دین کے معاملے میں وہ کسی ملامت کرنے والی کی ملامت کی پروانہیں کریں گے۔

مجمع میں حاضر لوگوں نے پوچھا کہ: ان کا دین کیا ہوگا؟

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: دینِ توحید؛ یعنی ملتِ ابراہیمی پر چلیں گے؛ لہذا جو بھی ان کا زمانہ پاوے وہ ان پر ایمان لاوے۔

لوگوں نے پوچھا: ابھی ان کا زمانہ کتنا باقی ہے؟

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ: ایک ہزار (۱۰۰۰) سال باقی ہے، پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: جو بات میں نے تم کو سنائی وہ تم نے سن لی، اب جو لوگ یہاں موجود نہیں ہیں ان تک تم یہ بات پہنچا دو۔

گویا کہ اللہ کے دین کی تبلیغ، اللہ کے دین کی باتوں کو پہنچانا ہر نبی کے زمانے

میں یہ رہا ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں بھی تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام مکہ سے یمن کی طرف

حضرت سلیمان علیہ السلام حج سے فارغ ہو کر ایک دن صبح صبح مکہ سے روانہ ہوئے اور زوال تک یمن پہنچ گئے؛ حالاں کہ اس زمانے میں مکہ سے یمن جانے میں ایک مہینہ لگتا تھا؛ لیکن چوں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ہواؤں پر اڑنے کی طاقت عطا فرمائی تھی؛ اس لیے ہوا پر اڑ کر زوال تک یمن پہنچ گئے۔

وہاں دیکھا کہ پورا یمن خوب صورت اور سرسبز و شاداب (Greenery) ہے، آپ دوپہر کا کھانا کھانے اور نماز پڑھنے کے لیے وہاں اترے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو نماز کے لیے پانی کی ضرورت پڑتی تو طریقہ یہ ہوتا تھا کہ اگر وہاں تالاب، جھیل، ندی یا چشمہ ہوتا تو بہت اچھا! ورنہ کنواں کھود کر پانی نکالا جاتا تھا، اور زمین میں کہاں پانی ہے یہ تحقیق کرنے کی ذمے داری "ہدہد" کے سپرد تھی۔

ہدہد کا تعارف

"ہدہد" ایک پرندے کا نام ہے، آج بھی دنیا میں یہ پرندہ ہے، میں نے بھی اس کو دیکھا ہے، یہ بہت چھوٹا ہوتا ہے؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ کرامت دی ہے کہ زمین کے اندر کہاں پانی ہے اور کتنا نیچے ہے وہ اس کو نظر آجاتا ہے، اس کی چونچ بہت لمبی ہوتی ہے، تقریباً دو تین انچ لمبی ہوتی ہے، جہاں پانی ہوتا ہے وہاں وہ چونچ کے ذریعے نشان کر دیتا ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ گویا وہ ایک انجینئر ہے۔

اسی طرح اس کو زمین کے ایک یا دو بالشت نیچے کینچواں بھی نظر آتا ہے۔

ہاں! اگر کوئی شکاری جال (Net) رکھ دے تو وہ اس کو نہیں دیکھ سکتا ہے اور وہ اس میں پھنس جاتا ہے اور شکاری اس کا شکار کر لیتے ہیں، یہ عجیب اللہ کی قدرت ہے!!!

اس سے معلوم ہوا کہ کسی انسان یا کسی جانور کو اپنے ہنر، اپنے فن اور اپنے علم پر تکبر نہیں کرنا چاہیے، اترانا نہیں چاہیے، اللہ تعالیٰ کی قدرت پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

بہر حال! حضرت سلیمان علیہ السلام ہدہد کو حکم (Order) کرتے کہ دیکھو! پانی کہاں ہے؟ ہدہد جہاں پانی ہوتا وہاں چونچ کے ذریعے نشان کر دیتا، پھر حضرت سلیمان علیہ السلام جنات کو حکم دیتے اور جنات فوراً اس جگہ کو کھود کر پانی نکال لیتے۔

ہدہد کہاں ہے؟

جب حضرت سلیمان علیہ السلام یمن پہنچے اور آپ کو نماز کے لیے پانی کی ضرورت پڑی تو فرمایا: ہدہد کہاں ہے؟

آپ نے پرندوں کے لشکر کی حاضری لی؛ تا کہ معلوم ہووے کہ کون حاضر ہے اور کون غیر حاضر ہے؟ ہدہد بھی لشکر میں تھا؛ لیکن جب سلیمان علیہ السلام یمن پہنچے تو ہدہد گھومنے کے لیے نکل گیا، اس درمیان اس کو بلقیس کا باغ نظر آیا اور وہ اس باغ میں پھرنے کے لیے چلا گیا، ادھر حضرت سلیمان علیہ السلام ہدہد کو تلاش کر رہے ہیں، قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ﴿۲۰﴾

ترجمہ: اور ان (سلیمان) نے پرندوں کی حاضری لی، سو وہ کہنے لگے: کیا بات ہے مجھے ہدہد (کیوں) نظر نہیں آتا، کیا وہ کہیں غائب ہو گیا ہے؟۔

حاضری کی اہمیت

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کی جماعت کی حاضری لی، نظم ونسق کے لیے حاضری بہت ضروری ہے اور بلا وجہ غیر حاضری بہت بڑا جرم ہے، خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ صحابہؓ کے حالات سے باخبر رہتے تھے، جو مسجد میں نظر نہ آتا اس کے بارے میں دریافت فرماتے تھے۔

ماتحتوں کی نگرانی رکھنی چاہیے

یہاں مفسرین نے ایک نکتے (Point) کی بات لکھی ہے: اِس آیت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ گھر میں جو ذمے دار ہوں ان کو ہر ایک کی حاضری لینی چاہیے، بڑوں کو چاہیے کہ اپنے چھوٹوں کی حاضری لیتے رہیں، باپ کو چاہیے کہ فیملی میں جتنے بھی لوگ ہیں ان کی حاضری لیوے، ماں کو چاہیے کہ اپنے گھر کے بچے، بچی سب کی حاضری لیوے کہ: کہاں جاتے ہیں؟ کیوں جاتے ہیں؟ کس کام کے لیے جاتے ہیں؟ کب آئیں گے؟ آنے میں کیوں دیر ہوگئی؟ سب چیزیں پوچھنی اور معلوم کرنی چاہیے۔

آج ہماری اولاد –نعوذ باللہ– جو بگڑ رہی ہیں اس کی ایک بہت بڑی وجہ (Reason) یہی ہے کہ اولاد کہاں جاتی ہیں؟ کہاں پھرتی ہیں؟ ماں باپ کو کچھ پتہ ہی نہیں ہوتا، پوچھتے ہی نہیں ہیں۔

کوتاہی کی نسبت اپنی طرف

اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کہہ رہے ہیں ﴿مَا لِیَ لَآ اَرَی الْھُدْھُدَ﴾

یعنی کوتاہی اور کمی کی طرف اپنی نسبت کی کہ: مجھے ہدہد نظر نہیں آتا؛ یعنی ممکن ہے کہ وہ موجود ہو؛ لیکن مجھے دکھتا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی یہ خوبی عطا فرماوے کہ ہم اپنی غلطیوں کی طرف نظر کرنے والے بنیں، آمین۔

ماتحتوں کو سزا

پھر فرمانے لگے: ہاں! پکی بات ہے وہ غیر حاضر ہے۔ آپ بادشاہ بھی تھے؛ اسی لیے فرمایا: ﴿لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ﴾

میں اس کو (غیر حاضری پر) ضرور سخت سزا دوں گا یا اس کو ذبح کر ڈالوں گا۔

اِس سے معلوم ہوا کہ اپنی اولاد اس طرح غیر حاضر رہے تو ان کو ڈانٹنا ڈپٹنا چاہیے، سزا دینی چاہیے؛ تاکہ آئندہ ہم ان پر کنٹرول کر سکیں۔

نبی کے اعلیٰ اخلاق

آگے فرمایا: ﴿اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾

ہاں! اپنی غیر حاضری پر کوئی صحیح، سچی بات کرے گا تو میں معاف کر دوں گا۔

یہ ہوتے ہیں نبی کے اخلاق کہ پہلے سختی سے کہا: کیوں بھاگ گیا؟ سزا دوں گا؛ لیکن اگر غیر حاضری کا صحیح سبب بتلا دے تو میں معاف کر دوں گا۔

جیسے کہ بیٹا اگر بغیر پوچھے چلا گیا، آنے کے بعد ماں نے پوچھا: کہاں گیا تھا؟ اس نے کہا: میں مسجد میں نماز پڑھنے گیا تھا، بیان میں بیٹھا تھا تو معاف کر دینا چاہیے، یہ تو اچھے کام کے لیے گیا تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کونسی سزا دینے کی دھمکی دی تھی؟

مفسرین نے لکھا ہے کہ: اس کے پر اکھاڑ کر تار کول لگا کر دھوپ میں پھینک دینے کی دھمکی دی تھی۔

اندازہ لگاؤ! ایک چھوٹے سے پرندے پر تار کول لگا کر اس کو گرمی میں ڈال دیوے تو اس کو کتنی تکلیف ہو گی؟

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ: حضرت سلیمان علیہ السلام کا مطلب یہ تھا کہ ''میں ہدہد کو پنجرے میں غیر جنسوں کے ساتھ بند کر دوں گا''۔

یا یہ دھمکی دی کہ: میں اس کو اس کی عورت (Female) سے ہمیشہ کے لیے الگ کر دوں گا۔ یا یہ کہ اس کے مخالف لوگوں کے ساتھ قید میں ڈال دوں گا؛ تا کہ وہ اس کو جیل میں تکلیف دیویں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو ایسی سزا دینا حلال کر دیا تھا، اس امت کے لیے بھی اگر کوئی پالتو جانور کام میں سستی کرے تو تادیب کے لیے بقدرِ ضرورت مارنا جائز ہے۔

ہدہد کی حاضری اور عاجزی

ہدہد زوال کے وقت سے عصر تک غائب رہا، پھر حاضر ہوا، اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں: ﴿فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ﴾ سو وہ (ہدہد) تھوڑی دیر بعد حاضر ہو گیا۔

ہدہد حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے حاضر ہوا، اپنا سر اٹھایا، عاجزی کے طور

پر دُم اور دونوں بازو (wing) نیچے کر دیے اور زمین پر رکھ دیے اور بالکل تواضع کے انداز میں کھڑا ہو گیا اور اس نے اپنی غلطی کا اقرار کر لیا۔

جو اپنی غلطی کا اقرار کر لے اس کو معاف کر دینا چاہیے

یاد رکھو! دینی بہنو! جو بھی اپنی غلطی کا اقرار کر لیوے اس کو معاف کر دینا چاہیے، اللہ تعالیٰ بھی غلطی کا اقرار کرنے والوں کو معاف کرتے ہیں؛ اسی لیے ہمیں بھی رمضان کے مبارک مہینے میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی غلطی اور بھول کا اقرار کرنا چاہیے، گناہوں کا اقرار کرنا چاہیے، ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف کر دیں گے۔

یقینی خبر

پھر ہدہد آہستہ سے کہنے لگا ﴿فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ یَّقِیْنٍ﴾

اور وہ (ہدہد سلیمان علیہ السلام سے) کہنے لگا: میں نے ایک ایسی بات معلوم کی ہے جس کی آپ کو خبر نہیں ہے (حالاں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا "ولقد اتینا داود وسلیمان علما" پھر بھی ان کے علم کی کمی کا یہ حال ہے) میں ملکِ سبا سے ایک یقینی خبر لے کر تمھارے پاس حاضر ہوا ہوں۔ یہ ایک چھوٹا سا پرندہ اللہ کے نبی کو کہہ رہا ہے۔

چھوٹوں کی بات بھی سننی چاہیے

اِس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ بہت سی مرتبہ چھوٹوں کو بھی ایسی بات معلوم

ہوتی ہے جو بڑوں کو معلوم نہیں ہوا کرتی؛ اس لیے کبھی چھوٹے، اپنے بچے، اپنے شاگرد کوئی بات کہیں تو ان کی بات کو بھی دھیان سے سننا چاہیے، ان کی باتوں سے بھی بہت سی مرتبہ ہمیں بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے۔

پرندوں کو بھی یہ علم تھا کہ اللہ کے نبی عالم الغیب نہیں ہوتے

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ: پرندوں کو بھی یہ علم تھا کہ اللہ کے نبی عالم الغیب نہیں ہوا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انسانوں کو بھی یہ عقیدہ صحیح معنیٰ میں سمجھا دیوے۔

وہ یقینی خبر کیا تھی؟

وہ پکی خبر کیا ہے؟ آگے فرمایا﴿اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ﴾

میں نے ایک عورت کو (وہاں) دیکھا ہے جو ان پر حکومت کر رہی ہے۔

اللہ اکبر! ہوا میں اڑنے والا ایک چھوٹا سا پرندہ یہ سب خبر دے رہا ہے۔

ہدہد کا اندازِ بیان یہ بتلا رہا ہے کہ خود اس کو تعجب ہو رہا ہے کہ ایک عورت کیسے حکومت کرے، جب کہ آج انسانوں کو کوئی تعجب نہیں کہ عورت حاکم بن جائے۔

بہر حال! اس نے بلقیس کے ملک میں کیا دیکھا؟ اس کا محل کیسا دیکھا؟ وہ آگے والی آیتِ کریمہ میں موجود ہے۔

بلقیس اور سلیمان علیہ السلام کی حکومت میں فرق

اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک عجیب بات کہی﴿وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ

شَیۡءٍ وَّلَهَا عَرۡشٌ عَظِيۡمٌ﴾

اوراس کو ہر طرح کا (ضروری) سامان ملا ہے اوراس کا ایک بڑا تخت بھی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی حکومت کے اعتبار سے ہر چیز اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا کی ہے؛ یعنی عالی شان محل، قسم قسم کے کپڑے، قسم قسم کی استعمال کی چیزیں، بڑا لشکر، اس طرح دنیا کی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ نے بلقیس کو عطا فرمائی ہے۔

جب کہ قرآن میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے بھی بیان کیا گیا:

﴿وَاُوۡتِيۡنَا مِنۡ كُلِّ شَیۡءٍ﴾

سلیمان علیہ السلام نے کہا: اے لوگو! اور ہم کو ہر قسم کی (ضروری) چیز دی گئی ہے۔

لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت دی، آسمانی علم دیا، اسلام عطا فرمایا اور دنیا کی حکومت عطا فرمائی؛ گویا حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دین بھی دیا، دنیا بھی عطا فرمائی اور بلقیس کو صرف دنیا کی حکومت عطا فرمائی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام تیرہ (۱۳) سال کی عمر میں بادشاہ بنے اور ترپن (۵۳) سال کی عمر میں آپ کا انتقال بھی ہو گیا، زندگی کے آخری دنوں میں بلقیس کے ساتھ آپ کا نکاح ہوا جیسے کہ آگے والے واقعے میں ایک روایت سے معلوم ہوگا۔

یہ ہدہد آ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کو بلقیس کی حکومت اور اس کا تخت اور اس کے محل کی کارگزاری پوری سناتا ہے، ان شاء اللہ! آئندہ مجلس میں اسی کو عرض کریں گے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ملکہ بلقیس کا

عجیب واقعہ

(حصہ:۲)

اقتباس

دین کی دعوت کے لیے انٹرنیٹ کا بھرپور استعمال کرنا چاہیے

حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت نبی کریم ﷺ کا یہ مبارک عمل ہمیں یہ بتلاتا ہے کہ دین کی دعوت کے لیے، دین سیکھنے سکھانے کے لیے جو بھی طریقہ صحیح اور جائز ہو اس کو اپنانا چاہیے۔

جیسے آج کل ای میل (Email)، انٹرنیٹ (internet) کے ذریعے بھی ہم دین پھیلانے کا کام کر سکتے ہیں، اِس سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے۔

جب کہ آج کل لوگ وہاٹس ایپ (Whatsapp) انٹرنیٹ، فیس بک (Facebook) یوٹیوب (Youtube) وغیرہ کو غلط، گناہ اور فتنہ وفساد کے کام میں استعمال کرتے ہیں تو ہمیں یہ سب چیزیں دین کے کام میں استعمال کرنی چاہیے، مثلاً بیان ریکارڈ کر لیا اور دوسرے ملکوں میں رہنے والے اپنے رشتے داروں کو واٹس ایپ کے ذریعے بھیج دیا، یوٹیوب پر رکھ دیا، فیس بک پر رکھ دیا، وہ سنیں گے تو ان کو بھی فائدہ ہوگا اور ان شاء اللہ! اس کا ثواب آپ کو بھی ملے گا۔

بسم الله الرحمن الرحيم

أَلْحَمْدُ لله الَّذِيْ هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ وَ مَاكُنَّالِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا الله وَ أَكْمَلَ لَنَا دِيْنَنَا وَاَتَمَّ عَلَيْنَانِعمَهُ وَ رَضِيَ لَنَا الْإِسْلَامَ دِيْناً،وَ أَشْهَدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَه وَ أَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ شَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُه،صَلَوَاتُ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْه وَ عَلٰى اٰلِه وَاَصْحَابِه وَذُرِّيَّاتِه وَ اَهْلِ بَيْتِه وَاَهْلِ طَاعَتِه، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً ۔۔۔۔اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ٥بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۲۴﴾ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۶﴾

آیات کا ترجمہ

ترجمہ: میں نے ایک عورت کو (وہاں) دیکھا ہے جو ان پر حکومت کر رہی ہے اور اس کو ہر طرح کا (ضروری) سامان ملا ہے اور اس کا ایک بڑا تخت بھی ہے ﴿۲۳﴾ میں نے اس (عورت) کو اور اس کی قوم کو دیکھا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کے سامنے سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کو یہ سمجھا دیا ہے کہ ان کے (کفر کے یہ) کام

بہت اچھے ہیں سو اس (شیطان) نے ان کو (صحیح) راستے سے روک رکھا ہے؛ لہذا وہ صحیح راستے پر چلتے نہیں ہیں ﴿۲۴﴾ وہ لوگ اس اللہ تعالیٰ کو کیوں سجدہ نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو باہر نکال کر لاتے ہیں (جس مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی جو نعمت امتیازی طور پر ملی ہو "حمد" کرتے وقت اس نعمت کا وہ خصوصی تذکرہ کرتے ہیں، ہدہد کو زمین کے نیچے کے خزانے معلوم کرنے کی صلاحیت دی گئی ہے؛ اس لیے شاید اس نے یہ لفظ استعمال کیا) اور جو چیز تم چھپاتے ہو اور جو چیز تم ظاہر کرتے ہو اس کو وہ (اللہ تعالیٰ) جانتے ہیں ﴿۲۵﴾ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ایسی ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے (اور) وہ بڑے عرش کے مالک ہیں ﴿۲۶﴾ (از تیسیر القرآن)

کل گذشتہ سے جاری بیان

گذشتہ کل بات یہاں تک پہنچی تھی کہ ہدہد پرندہ آیا اور اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بلقیس کے ملک میں جو کچھ دیکھا اس کی کارگزاری بیان کرنا شروع کی، اس نے کہا کہ: وہاں "مَارِب" کے علاقے میں ایک عورت ہے جس کا نام بلقیس ہے، وہ عورت پورے ملک پر حکومت کرتی ہے، اس کو دنیا کی ہر قسم کی نعمتیں دی گئی ہیں، اللہ تعالیٰ کی اتنی ساری نعمتوں کے باوجود بلقیس اور اس کی قوم اللہ کو چھوڑ کر سورج کی عبادت کرتی ہے اور شیطان نے ان کو ان کے سب اعمال اچھے کر کے دکھلائے ہیں، شیطان ان کو گناہوں کے کام اچھے انداز سے دکھلاتا ہے جس کی وجہ سے ان کو ان کے برے کام برے معلوم نہیں ہوتے ہیں، ہدایت اور ایمان کے راستے سے دور ہیں، اللہ کے دین کو قبول نہیں کرتے ہیں، یہ لوگ اللہ کے سوا بتوں کی پرستش کرتے ہیں، ان

لوگوں کو چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور اللہ تعالیٰ — جو بلقیس سے بھی بڑے عرش کے مالک ہیں اس — کی عبادت ان کو کرنی چاہیے تھی۔

اِس آیت پر سجدۂ تلاوت ہے؛ اس لیے میں آپ تمام بہنوں سے کہوں گا کہ آپ سجدۂ تلاوت ضرور کرلیں، یہ واجب اور ضروری ہے۔

بلقیس کی حکومت

یہ پچھلی امت کی بات ہے، ہماری شریعت میں عورت کا حکومت کرنا اچھی چیز نہیں ہے، حدیث میں ہے:عن أبي بَكْرَةَ رَضي الله عنه قال:لَمَّا بَلَغَ رَسُوْلَ اللهِ صَلّٰى الله عليه و سلَّم أنَّ أهْلَ فَارِسَ قَدْ مَلَّكُوْا عَلَيْهِمْ بِنْتَ كِسْرىٰ، قَالَ:لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أمْرَهُمْ إمْرَأةً (البخاري والنسائی)

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ اہلِ فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو حکومت سپرد کی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی جو کسی عورت کو امیر اور بادشاہ بناوے۔

سزا سے بچنے کے لیے چھوٹوں کی عادت

جب ہدہد نے پورا واقعہ سنادیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے سوچا کہ پتہ نہیں یہ سچی بات کہہ رہا ہے یا بناوٹی بات، ہمیں تحقیق کرنی چاہیے؛ اس لیے کہ چھوٹوں کی عادت ایسی ہوتی ہے کہ جب بڑوں کے سامنے پکڑے جاتے ہیں تو جھوٹی، بناوٹی باتوں کے ذریعے وہ سزا سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ماتحتوں کی بات کا امتحان لینا چاہیے

اس لیے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد پرندے کا امتحان لیا، فرمایا:

قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمہ: (یہ بات سن کر) سلیمان علیہ السلام نے کہا: ابھی ہم دیکھ لیتے ہیں کہ تم سچ کہتے ہو یا تم بھی جھوٹ بولنے والوں میں شامل ہو گئے ہو۔

اس سے ایک بات یہ سمجھ میں آئی کہ ہمارے چھوٹے، ہمارے ماتحت لوگ کوئی بات کہے تو فوراً مان نہیں لینی چاہیے، ذرا امتحان بھی لیا جاوے، کہ یہ صحیح بات کہہ رہا ہے یا غلط بول رہا ہے، مثلاً مسجد کا کہہ کر گیا تھا تو حقیقت میں مسجد گیا تھا یا صرف دوستوں کی محفل میں گھوم کر واپس آ گیا؟

خط کے ذریعے دین کی دعوت نبیوں کا مبارک عمل

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کا امتحان لینے کے لیے بلقیس کے نام ایک خط لکھا، جس میں اس کو ایمان کی دعوت دی۔

اِس سے یہ بات سیکھنے کو ملی کہ خط کے ذریعے سے بھی دین کی دعوت دے سکتے ہیں، یہ خط کے ذریعے دین کی دعوت دینا نبیوں کا مبارک طریقہ ہے، جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو ایمان کی دعوت دینے کے لیے لکھا۔

آپ ﷺ نے بھی بادشاہوں کے نام خط لکھے

میرے اور آپ کے پیارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی دنیا کے

بڑے بڑے بادشاہوں کے نام ایمان کی دعوت کے بہت سارے خطوط لکھے، وہ سب خطوط چھپے ہوئے موجود ہیں، لوگ اس کو برکت کے طور پر اپنے گھر پر رکھتے ہیں۔

دین کی دعوت کے لیے انٹرنیٹ کا بھرپور استعمال کرنا چاہیے

حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا یہ مبارک عمل ہمیں یہ بتلاتا ہے کہ دین کی دعوت کے لیے، دین سیکھنے سکھانے کے لیے جو بھی طریقہ صحیح اور جائز ہو اس کو اپنانا چاہیے۔

جیسے آج کل ای میل (Email)، انٹرنیٹ (internet) کے ذریعے بھی ہم دین پھیلانے کا کام کرسکتے ہیں، اِس سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے۔

جب کہ آج کل لوگ وہاٹس ایپ (Whatsapp) انٹرنیٹ، فیس بک (Facebook) یوٹیوب (Youtube) وغیرہ کو غلط، گناہ اور فتنہ وفساد کے کام میں استعمال کرتے ہیں تو ہمیں یہ سب چیزیں دین کے کام میں استعمال کرنی چاہیے، مثلاً بیان ریکارڈ کرلیا اور دوسرے ملکوں میں رہنے والے اپنے رشتے داروں کو واٹس ایپ کے ذریعے بھیج دیا، یوٹیوب پر رکھ دیا، فیس بک پر رکھ دیا، وہ سنیں گے تو ان کو بھی فائدہ ہوگا اور ان شاء اللہ! اس کا ثواب آپ کو بھی ملے گا۔

جب کسی کو کہیں بھیجیں تو اس کو آداب سکھا کر روانہ کرنا چاہیے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بہت پیارا خط لکھا، وہ خط بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نقل کیا ہے، اسے لے کر آپ نے ہدہد کو بھیجا، روانہ کرتے وقت آپ نے اس کو کچھ

نصیحتیں بھی فرمائیں جس کو ہم روانگی کی ہدایات اور روانگی کے آداب بھی کہہ سکتے ہیں، جب کسی کو دینی کام کے لیے یا کسی دوسرے سفر پر روانہ کریں تو کچھ نصیحت دے کر اس کو روانہ کرنا چاہیے۔

یہ طریقہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ سے بھی ثابت ہے، جب حضور ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو بہت ساری روانگی کی ہدایات دی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے بھی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس دین کی دعوت لے کر بھیجا تو بہت ساری روانگی کی ہدایات اور آداب بتلائے تھے۔

وہ کیا جواب دیتے ہیں؟

اسی طرح یہاں بھی حضرت سلیمان علیہ السلام ایک پرندے کو دین کی دعوت کا خط لے کر بھیج رہے ہیں، تو روانہ کرتے وقت اس کو نصیحت کر رہے ہیں:

اِذۡهَبۡ بِّكِتٰبِىۡ هٰذَا فَاَلۡقِهۡ اِلَيۡهِمۡ ثُمَّ تَوَلَّ عَنۡهُمۡ فَانْظُرۡ مَاذَا يَرۡجِعُوۡنَ ۝۲۸

ترجمہ: (اے ہدہد!) میرا یہ خط لے کر جا اور اس (خط) کو ان کے پاس ڈال دے، پھر ان کے پاس سے تو ہٹ جا، پھر دیکھ وہ کیا جواب دیتے ہیں؟

یعنی تو میرا یہ خط بلقیس کو پہنچا دے، خط پہنچانے کے بعد تو وہاں بیٹھے مت رہنا، ان کے سر پر مت رہنا؛ بلکہ وہاں سے ہٹ جانا، تاکہ اطمینان سے وہ خط پڑھ سکیں اور آپس میں آزادی سے مشورہ کر سکیں۔

نیز یہ دیکھنا کہ وہ خط کا کیا جواب دیتے ہیں؟

بیٹی کو سسرال بھیجے تو اس کو نصیحت کر کے بھیجنا چاہیے

دیکھو! یہ بڑوں کا حال ہے، اللہ کے نبی کا حال ہے کہ پرندے تک کو آپ نے نصیحت فرمائی، ادب سکھلایا، ہمیں بھی اپنے بچوں کو ادب سکھانا چاہیے، بیٹی کو سسرال بھیجے تو اس کو نصیحت کر کے بھیجنا چاہیے، بیٹے کو حلال روزی کمانے بھیجے، مدرسے میں پڑھنے بھیجے، جماعت میں بھیجے تو اس کو نصیحت کر کے، آداب سکھلا کر بھیجنا چاہیے، یہی نبیوں کا مبارک طریقہ ہے۔

ہدہد کا عجیب طریقے سے محل میں داخل ہونا

ہدہد پرندہ اپنی چونچ میں خط پکڑ کر اڑا، بعض تفسیری روایت میں ہے کہ اس نے اپنے دونوں پنجوں کے درمیان وہ خط دبا لیا اور بلقیس کے دربار میں پہنچا، اس وقت بلقیس صنعا سے تین منزل دور مارب شہر میں تھی اور اپنے خاص (private) روم میں چت لیٹی ہوئی تھی، اس کے دربان، پولیس والے محل کے چاروں طرف چوکی داری اور نگرانی کر رہے تھے۔

لیکن ہدہد عجیب طریقے سے محل میں داخل ہو گیا، جیسا کہ کل آپ نے روایت سنی تھی کہ بلقیس اپنے محل کے تمام دروازوں کو تالے لگا کر اس کی چابی تکیے کے نیچے رکھ کر سوتی تھی؛ لیکن محل کے کمرے میں ہوا کے لیے اوپر ایک چھوٹا سا راستہ تھا، اس کو اردو میں ''رَوْزَن'' (روشن دان) کہتے ہیں، اس میں سے یہ ہدہد داخل ہوا اور چپکے سے بلقیس کے سینے پر وہ خط رکھ دیا۔

سورج کو سجدہ

روایتوں میں آتا ہے کہ اس دن بلقیس بہت دیر تک اپنے محل میں میٹھی نیند سوئی رہی، روزانہ اس کی عادت تھی کہ جب سورج نکلتا تھا تو وہ اس کو روشن دان میں سے دیکھتی اور پلنگ سے نیچے اتر کر اس کے سامنے سجدہ کرتی تھی۔

سورج نکلنے کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت کی وجہ

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے سورج نکلنے کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے؛ اس لیے کہ اس وقت سورج کی پوجا کرنے والے سورج کے سامنے سجدہ کرتے ہیں اور ان کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔

ہاں! جب سورج اونچا ہو جائے؛ یعنی سورج نکلنے کا جو وقت ہوتا ہے اس سے پندرہ بیس منٹ کے بعد اشراق، چاشت وغیرہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں۔

بلقیس کی حیرانگی

لیکن آج ہدہد خط رکھ کر اس روشن دان پر اپنے پَر پھیلا کر بیٹھ گیا تھا جس کی وجہ سے روشن دان سے سورج نظر نہیں آرہا تھا؛ اس لیے بلقیس کو پتہ ہی نہیں چلا کہ سورج طلوع ہو گیا ہے اور جب اس نے وہ خط دیکھا تو اس کی وجہ سے اس کو بہت حیرانی ہوئی، اس نے وہ خط لیا، جلدی جلدی اپنے بستر سے اٹھی، تب اس کو پتہ چلا کہ آج تو بہت دیر ہو گئی، سورج بھی نکل گیا، اس نے وہ خط کھولا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے وہ خط مہر (stamp) لگا کر بالکل پیک کر کے روانہ کیا تھا۔

خط کا مضمون

خط میں لکھا تھا: اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳۰﴾ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمہ: یقیناً وہ (خط) سلیمان کی طرف سے آیا ہے اور وہ (خط) اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کیا گیا ہے، جس (اللہ تعالیٰ) کی رحمت سب کے لیے ہے، جو بہت زیادہ رحم کرنے والے ہیں ﴿۳۰﴾ (اس میں یہ لکھا ہے) کہ تم میرے مقابلے میں تکبر نہ کرو اور میرے سامنے مسلمان (یعنی فرماں بردار) بن کر چلے آؤ ﴿۳۱﴾

بس اتنی مختصر اور اچھی بات اس خط میں لکھی ہوئی تھی۔

مشورے کے لیے ہنگامی مجلس (Emergency meeting)

بلقیس نے خط پڑھا، بلقیس کتنی ہوشیار تھی؟ ذرا اندازہ لگاؤ! خط پڑھنے کے بعد اس نے فوراً مشورے کے لیے ایک مجلس منعقد کی اور اس میں اپنی پارلیمنٹ کے تمام ممبروں اور سرداروں کو بلایا، تین سو بارہ (۳۱۲) مجلسِ شوریٰ کے ممبر تھے۔

کافرہ عورت کے نزدیک مشورے کی اہمیت !!!

میری دینی بہنو! ایک کافرہ عورت ہے، جس کے اندر ابھی ایمان بھی نہیں ہے، وہ ملکہ ہے؛ لیکن اس کے باوجود اس کے یہاں مشورہ اتنی اہم چیز ہے کہ ایک خط آیا تو اس نے فوراً مشورے کے لیے سب کو جمع کر لیا، اِس سے اندازہ لگاؤ کہ مشورہ کتنی اہم اور کتنی ضروری چیز ہوگی؟

ہمیں بھی مشورہ کرنا چاہیے، گھر میں کوئی بات پیش آجائے تو فوراً اللہ کے نیک بندوں سے مشورہ کرنا چاہیے۔

ماتحتوں سے بھی مشورہ لینا چاہیے

دوسری بات یہ کہ ''مشورہ کرنے کے لیے اپنے ممبروں کو جمع کرلیا''، اِس سے ان کا حوصلہ بڑھ گیا، ان کی دل جوئی ہوئی، ان کو خوشی ہوئی کہ ہماری رانی کتنی اچھی ہے کہ فیصلہ کرنے سے پہلے ہمارا مشورہ لیتی ہے۔

ہم کو بھی اپنے ماتحتوں کے ساتھ صلاح و مشورہ کر کے فیصلہ کرنا چاہیے، کسی کی کوئی کمپنی ہو تو کمپنی کے کارکنوں سے مشورہ کریں، اس سے بہت فائدہ ہوگا، ان کارکنوں کو خوشی ہوگی، مشورے کے بغیر فیصلہ کرلیں گے تو ان کا دل ٹوٹ جائے گا۔

بلقیس کی زبان سے خط کی تعریف

بہر حال! بلقیس نے ان کے سامنے خط رکھنے سے پہلے کہا:

قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۹﴾

ترجمہ: بلقیس نے کہا: اے میری کمیٹی کے ممبرو! میرے پاس ایک بڑا عزت والا خط آیا ہے۔

بلقیس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے خط کی تعریف کی۔

''کِتَابٌ کَرِیْمٌ'' کہنے کی حکمتیں

''کتابٌ کریم'' کی ایک علت تو مفسرین نے یہ لکھی ہے کہ خط لکھنے والے

حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں؛ لہٰذا ان کی طرف سے آیا ہوا خط عزت اور برکت والا ہی ہوگا۔

دوسری علت یہ بھی لکھی ہے کہ: ہدہد نے یہ خط عجیب وغریب طریقے سے بلقیس کی چھاتی پر رکھ دیا، اس کی بنیاد پر "کتابٌ کریم" کہا گیا۔

یا اس لیے کہ خط میں ایمان اور اسلام کی دعوت تھی، اس لیے یہ بڑا عزت والا خط بن گیا۔

یا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے مبارک نام اور "بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" کی برکت سے یہ خط عزت والا بن گیا۔

اسی طرح اس میں جو مضمون لکھا ہوا تھا وہ بھی بہت اچھا تھا؛ اس لیے عزت والا خط کہا گیا۔

خط پر مہر لگانا

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس پر مہر بھی لگائی تھی۔ اِن تمام وجوہات کی بنیاد پر یہ خط بڑا عزت والا "کتابٌ کریم" بن گیا تھا۔

خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی عادتِ مبارکہ بھی تھی کہ خط لکھنے کے بعد نیچے مہر لگایا کرتے تھے۔

حضور ﷺ نے مہر لگانے کے لیے ایک چاندی کی انگوٹھی بنوا رکھی تھی، اس میں ایک نگینہ تھا، اس نگینے میں اوپر "اللہ" لکھا تھا، نیچے "رسول" لکھا تھا اور بالکل نیچے "محمد" لکھا تھا، نیچے سے پڑھو تو یوں ہوتا تھا "محمد رسول اللہ"۔

اس انگوٹھی کے فوٹو بھی چھپے ہوئے ملتے ہیں اور لوگ برکت کے طور پر اس کو گھروں میں بھی لگاتے ہیں۔

نرم انداز میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس خط میں نرم انداز میں اللہ کی عبادت کی دعوت دی تھی، بہت پیار اور محبت سے اللہ کی عبادت کی دعوت دی تھی، شفقت اور مہربانی کی باتیں لکھی تھیں، اس میں کوئی لعن طعن، گالی گلوچ، کوئی سخت اور کڑوی بات نہیں لکھی تھی، کوئی ایسی بات نہیں لکھی تھی جس کی وجہ سے پڑھنے والے کو غصہ آجائے، کوئی مبہم اور گول مول بات بھی نہیں لکھی تھی کہ سامنے والے کو سمجھ میں نہ آئے۔

میسیج وغیرہ اچھے لکھنے چاہیے

معلوم ہوا کہ نرمی، شفقت اور محبت سے دین کی بات فائدہ دیتی ہے، اللہ تعالیٰ دلوں میں بات اتار دیتے ہیں۔

اِس سے ہمیں یہ ادب سیکھنے ملا کہ خط میں دین کی باتیں شفقت اور نرمی کے ساتھ لکھنی چاہیے، گالی گلوچ جھگڑے کی بات، سامنے والے کو غصہ آجائے ایسی بات، مبہم جو سمجھ میں نہ آوے ایسی بات نہیں لکھنی چاہیے، یہ دین کی دعوت کے لیے بہت ضروری اور بہت اہم بات ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خط، میسیج وغیرہ اچھے لکھنے چاہیے، گندے، غلط، گناہ اور بے حیائی کے میسیج نہیں لکھنے چاہیے۔

خط، میسیج وغیرہ میں اپنا نام لکھنا چاہیے

حضرت سلیمان ؑ نے خط میں پہلے لکھا تھا: انه من سلیمان؛ یعنی یہ خط سلیمان کی طرف سے ہے، نبی کا لفظ نہیں لکھا تھا۔

اس سے ہمیں ایک بات یہ سیکھنے کو ملی کہ خط، میسیج یا میل اس طرح لکھنا چاہیے کہ سامنے والے کو پتہ چل جائے کہ یہ کس نے لکھا ہے؟

خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ بھی جب خط لکھتے تھے تو اپنا نام لکھتے تھے "من محمد بن عبداللہ و رسوله"؛ یعنی عبداللہ کے بیٹے محمد اللہ کے رسول کی طرف سے یہ خط ہے۔

آج کل بہت سے لوگ اس لیے نام نہیں لکھتے کہ سامنے والے کو پریشان کرنا ہوتا ہے، اس طرح بغیر نام کے میسیج اور میل چلانا یہ بھی ایک فتنہ ہے۔

دوسری بات یہ کہ نام لکھیں گے تو جس کو ہم نے خط یا میسیج لکھا ہے اس کو کوئی شک نہیں رہے گا۔

یہ نام چاہے شروع میں لکھے چاہے بعد میں لکھے دونوں جائز ہے۔

بے ادبی کا خطرہ نہ ہو تو اللہ کا نام بھی لکھنا چاہیے

پھر حضرت سلیمان ؑ نے اللہ کا نام لکھا: وانه بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔

ہمیں بھی خط اور میسیج میں اللہ کا نام لکھنا چاہیے؛ لیکن جہاں اللہ کے نام کی بے ادبی کا خطرہ ہو ایسے موقع پر نہ لکھیں، صرف زبان سے پڑھ لیں، جیسے آپ نے کچھ لوگوں

کو خط لکھا، آپ کو معلوم ہے کہ وہ اللہ کے نام کی بے ادبی کریں گے، خط کو رڈّی کی ٹوکری میں ڈال دیں گے، اس کا ادب نہیں کریں گے تو ایسی صورت میں اللہ کا نام نہیں لکھنا چاہیے۔

البتہ جہاں آپ کو معلوم ہے کہ سامنے دین دار ہیں، بے ادبی نہیں کریں گے تو خط اور میسیج کے شروع میں "بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" لکھنا چاہیے۔

اسی طرح ہر چیز اور ہر کام ہمیں "بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" سے شروع کرنا چاہیے۔

خط میں مختصر بات

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پورے خط میں بس ایک ہی بات لکھی:

﴿ اَلَّا تَعۡلُوۡا عَلَیَّ وَ اۡتُوۡنِیۡ مُسۡلِمِیۡنَ ﴿۳۱﴾ ﴾

بلقیس! تم میرے مقابلے میں دادا گیری مت کرو، میرے مقابلے میں گھمنڈ مت کرو اور مسلمان بن کر، فرماں بردار بن کر، اطاعت کرنے والی بن کر تم آجاؤ۔

بس! اتنا چھوٹا سا خط حضرت سلیمان علیہ السلام نے لکھا۔

بلقیس کا سرداروں سے مشورہ طلب کرنا

جب بلقیس نے یہ خط تمام لوگوں کو پڑھ کر سنایا تو اس کی کمیٹی کے ممبر لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ عجیب بات اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمائی:

قَالَتۡ یٰۤاَیُّہَا الۡمَلَؤُا اَفۡتُوۡنِیۡ فِیۡۤ اَمۡرِیۡ ۚ مَا کُنۡتُ قَاطِعَۃً اَمۡرًا

حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ﴿۳۲﴾

ترجمہ: وہ (رانی) بولی: اے درباریو! یہ جو مسئلہ مجھے پیش آیا ہے اس (کے بارے) میں مجھے پکا فتویٰ (مشورہ) دو، میں اس وقت تک کسی کام کا قطعی فیصلہ نہیں کیا کرتی جب تک تم لوگ میرے پاس موجود نہ ہو ﴿۳۲﴾

مشورہ چل رہا تھا؛ لیکن بلقیس نے "اَفْتُوْنِیْ" کا لفظ استعمال فرمایا، مفسرین فرماتے ہیں کہ: حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے جو خط گیا تھا وہ بہت اہم تھا؛ اسی لیے بلقیس نے اسے "فتوے" کے لفظ سے تعبیر کیا۔

چنانچہ اس نے سب لوگوں کی رائے مانگی کہ ہمیں اس کا کیا جواب دینا چاہیے؟

سرداروں کا جواب

سب سردار لوگ آستینیں چڑھا کر، اپنی طاقت اور فوج پر بھروسہ کرتے ہوئے جواب دے رہے ہیں:

﴿قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ﴾

یعنی ہمارے پاس طاقت ہیں، ہمارے پاس بڑی فوج ہے، ہمارے پاس بڑے بڑے ہتھیار ہیں، ہم لڑ لیں گے، مقابلہ کرلیں گے، تم صرف حکم کرو، ہم لڑائی کرنے میں بڑے ماہر لوگ ہیں، ہم کو لڑنا بھی خوب آتا ہے۔

پھر اخیر میں انھوں نے کہا ﴿وَالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ﴾

یعنی ہم نے تو رائے دے دی کہ ہم لڑنے کے لیے تیار ہیں؛ لیکن فیصلہ آپ کو کرنا ہے، آپ جو فیصلہ کروگی ہم اس کے لیے تیار ہیں۔

گویا اخیر میں انھوں نے ملکہ کے ہاتھ میں سارا اختیار دے دیا، یہ پرانی بیماری ہے کہ اخیر میں جا کر عورتوں ہی کے ہاتھ میں اختیار دے دیتے ہیں!!!

بڑوں کے سامنے ہمت والا جواب دینا چاہیے

اِس آیت سے ہمیں مشورے کی بڑی اچھی تعلیم ملی، ایک بات ہمیں یہ سیکھنے ملی کہ جب کسی مشورے میں بیٹھے تو ماتحتوں کی طرف سے بڑوں کو کیا جواب ملنا چاہیے، بلقیس کے کمانڈوز نے کیسا ہمت والا جواب دیا!

چھوٹوں کو بڑوں کے سامنے ایسا ہی جواب دینا چاہیے، اپنی رائے دے دیوے اور بڑوں کے فیصلے پر راضی رہے۔

جوان لڑکیوں کو ایک اہم نصیحت

میں اپنی جوان بیٹیوں کو کہوں گا کہ: جب شادی کا مرحلہ آوے تو اخلاص کے ساتھ — کسی دین دار جوڑے پر آپ کی نظر ہو — ماں باپ کے سامنے اپنی رائے رکھ دیں؛ لیکن ماں باپ جو فیصلہ کریں اس پر راضی ہو جاویں، اس میں اللہ تعالیٰ تمھیں دنیا و آخرت میں عزت عطا کریں گے۔

امیر کسی کی رائے کا پابند نہیں ہے

ایک بات یہ بھی ہے کہ مشورے میں ہر ساتھی کو صحیح صحیح رائے دینی چاہیے؛ لیکن امیر رائے کا پابند نہیں ہے، وہ جو چاہے فیصلہ کرے اور جب کسی کے پاس منصب، عہدہ، ذمے داری ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے دل میں صحیح بات ڈالتے ہیں

اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد بھی آتی ہے۔

بلقیس کا عقل مندی والا فیصلہ

اب بلقیس کیا کہتی ہے وہ بھی سنو! اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں:

قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمہ: وہ (ملکہ) بولی: جب بادشاہ (فاتح بن کر) کسی بستی میں داخل ہوا کرتے ہیں تو اس کو برباد کر ڈالتے ہیں اور وہاں کے عزت والے لوگوں کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے۔

بڑی ہوشیار عورت ثابت ہوئی، کہنے لگی کہ: دیکھو! لڑنے جھگڑنے کی بات مت کرو۔

حدیث میں بھی ہے حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِذَا اسْتَنْصَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيَنْصَحْ لَهُ (البخاری)۔

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی اپنے کسی بھائی سے خیر خواہی چاہے تو اس سے خیر خواہی کا معاملہ کرنا چاہیے۔

لڑائی جھگڑے کا نتیجہ خراب ہوتا ہے، ہمیشہ صلح سے کام چلانا چاہیے، اس میں بڑی خیر اور بڑی بھلائی ہوا کرتی ہے۔

بلقیس اس وقت کافرہ تھی؛ لیکن بڑی سمجھ دار نکلی اور بعد میں ایمان کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس کی عقل اور فراست میں اور برکت عطا فرمائی۔

بادشاہوں کی عادت

بلقیس کو صرف اتنا اندازہ تھا کہ سلیمان کوئی بڑے بادشاہ ہیں؛ اس لیے اس نے کہا کہ: یہ بادشاہ لوگ جب کبھی حملہ کرتے ہیں تو دوسرے ملک میں جا کر فساد کرتے ہیں، توڑ پھوڑ کرتے ہیں، جلاتے ہیں، انسانوں کو قتل کر دیتے ہیں، مال داروں اور عزت والوں کو ذلیل کرتے ہیں، لوگوں کو پکڑ کر لے جاتے ہیں، ان کو غلام اور باندی بنا دیتے ہیں، اسی طرح یہ بھی کوئی بادشاہ ہے، یہ بھی ایسا کر سکتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے امتحان کا ارادہ

بلقیس کو پتہ ہی نہیں تھا کہ یہ اللہ کے نبی ہیں، پیغمبر ہیں اور بادشاہ بھی ہیں؛ اس لیے اس نے اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کا امتحان لینا چاہا کہ سلیمان کون ہے؟ اس نے کہا ﴿وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ﴾

اور میں ان کے پاس ہدیہ بھیجتی ہوں، پھر دیکھتی ہوں کہ (میرے) بھیجے ہوئے (قاصد) کیا جواب لے کر واپس آتے ہیں۔

دراصل بلقیس یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ اگر یہ سلیمان کوئی دنیوی بادشاہ ہیں تو میرا ہدیہ دیکھ کر خوش ہو جائیں گے اور میرے ہدیہ کے چکر میں آجائیں گے اور اگر واقعی اللہ کے نبی ہیں تو میرے ہدیہ کے چکر میں نہیں پھنسیں گے۔

اس کی قوم میں ''منذر ابن عمرو'' ایک سردار تھا، یہ بڑا ہوشیار اور چالاک تھا، اس سے کہا کہ: بہت سارے ہوشیار اور چالاک لوگوں کی ایک جماعت بناؤ اور سب

لوگ یہ ہدیے اور تحفے لے کر جاؤ اور سلیمان کو دو۔

بلقیس کی چالاکی

بلقیس نے چالاکی سے ایک کام یہ کیا کہ جو تحفے بھیجے اس کی فہرست بھی بنائی اور اس کو بند کر کے بھیجا؛ تا کہ راستے میں کوئی اِدھر اُدھر نہ کر دے۔

دیکھو! کتنی ہوشیار عورت تھی؟ اس نے عجیب بات کہی: جب تم ان کو تحفہ دے دو اور وہ غصے ہو جائے تو سمجھنا کہ وہ بادشاہ ہے، تم ان سے گھبرانا نہیں، ہم ان سے زیادہ طاقت والے ہیں، ان کے ساتھ لڑ لیں گے اور اگر وہ خوشی، نرمی اور مہربانی سے بات کرے تو سمجھنا کہ وہ اللہ کے نبی ہیں، تم ان سے ادب کے ساتھ باتیں کرنا، سبحان اللہ!

بلقیس کے تحفوں کی تفصیل

اب اس نے جو تحفے بھیجے تھے وہ بھی سننے کے لائق ہے، اس کی تفصیلات بھی روایتوں میں موجود ہیں:

(۱) دوسو (۲۰۰) گھوڑے۔

(۲) سونے اور چاندی کی اینٹیں۔

(۳) ہیرے، موتی اور قیمتی سامان۔

(۴) اسی طرح سو (۱۰۰) غلام اور سو (۱۰۰) باندیاں بھیجیں، یا دوسو (۲۰۰) غلام اور دوسو (۲۰۰) باندیاں بھیجیں۔

پھر اس نے عجیب چالاکی کی کہ: لڑکوں کو لڑکیوں والے کپڑے پہنائے اور

لڑکیوں کو لڑکوں والے کپڑے پہنائے اور لڑکیوں سے کہا کہ: تم لڑکوں کی طرح بات کرنا اور لڑکوں سے کہا کہ: تم لڑکیوں کی طرح بات کرنا، ہم دیکھتے ہیں کہ سلیمان پہچان لیتے ہیں یا نہیں؟

عورتوں کا مردوں کے کپڑے پہننا پرانی فیشن

یہ جو آج کل کے زمانے کا فیشن ہے لگتا ایسا ہے کہ پرانے زمانے سے یہ فیشن چلا آرہا ہے، لڑکیاں لڑکوں جیسے کپڑے پہنے اور لڑکے لڑکیوں جیسے کپڑے پہنے، حدیث میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہیں جو مردوں جیسی شکل و صورت اپنائے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَعَنَ اللهُ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ۔ (البخاری، الترمذی)

ترجمہ: حضرت نبیٔ کریم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ایسے مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں اور ایسی عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں۔

نبوی فراست سے جان لیا کہ لڑکے کون ہیں اور لڑکیاں کون؟

حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے، اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو جو سمجھ اور نبوت کا نور عطا فرماتے ہیں اس کی روشنی میں چند نشانیوں کے ذریعے حضرت سلیمان علیہ السلام نے پہچان لیا کہ اس میں کون لڑکے ہیں اور کون لڑکیاں ہیں۔

پہلی نشانی

ایک نشانی یہ پہچانی کہ لڑکیاں — جو لڑکوں کے کپڑے پہنی ہوئی تھیں وہ — برتن میں سے پانی ایک ہاتھ میں لیتی تھیں، پھر ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں ڈالتی تھیں، پھر منہ پر پانی مارتی تھیں۔

جب کہ لڑکے — جو لڑکیوں کے کپڑے پہنے ہوئے تھے وہ — پانی لے کر سیدھا منہ پر مارتے تھے۔

دوسری نشانی

دوسری نشانی یہ دیکھی کہ لڑکیاں جتنی تھیں وہ ہاتھ کے اندر والے حصے کی طرف پانی ڈالتی تھیں اور لڑکے کلائی والے پیچھے کے حصے کی طرف پانی بہاتے تھے۔

ہدیے سے آپس میں محبت بڑھتی ہے

دینی بہنو! ہدیہ دینا بہت اچھی چیز ہے، ہدیے سے آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے، آپس میں تعلقات بڑھتے ہیں، خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا:

تَهَادُوْا تَحَابُّوْا (رواه البخاري في أدب المفرد)

ترجمہ: ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو، محبت بڑھے گی۔

بہن بہن کو دے۔ شوہر بیوی کو، بیوی شوہر کو دے۔

بھائی بہن کو، بہن بھائی کو دے۔ ماں بیٹی کو، بیٹی ماں کو دے۔

باپ بیٹے کو، بیٹا باپ کو دیوے۔

غلط مقصد کے لیے ہدیہ

ہاں! اگر پتہ چل جائے کہ ہدیہ بھیجنے کا مقصد غلط ہے تو پھر اسے وہ واپس کر دینا چاہیے، جیسے ویلن ٹائن ڈے (Valentines day) پر اس طرح کی غلط رسم مناتے ہیں، اس میں تحفہ دیتے ہیں، اس کا مقصد دوسرا ہی ہوتا ہے۔

اسی طرح بعض مرتبہ لوگ رشوت کے طور پر ہدیہ دیتے ہیں، یہ حرام ہے، اس طرح کے ہدیے سے عزت اور وقار کا سودا ہوتا ہے، اس سے انسان کے اخلاق اور دین داری کا امتحان ہوتا ہے؛ اس لیے جو ہدیہ ایسا ہو اس کو قبول نہیں کرنا چاہیے، فوراً واپس کر دینا چاہیے۔

کافر کا ہدیہ قبول کرنا؟

اسی طریقے سے ایک اہم مسئلہ یہ بھی سمجھ لو! حضرت سلیمان علیہ السلام تو اللہ کے نبی ہیں اور بلقیس اس وقت کافرہ تھی تو کیا کافر کا ہدیہ قبول کرنا چاہیے یا نہیں؟

اِس سلسلے میں ایک بات یاد رکھو! حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے بعض کافروں کے ہدیے قبول کیے اور بعض کافروں کے ہدیے قبول نہیں کیے، دونوں طرح کا عمل ثابت ہے، اِس سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اگر کافروں کا ہدیہ قبول کرنے میں اپنی یا مسلمانوں یا دین کی کوئی بھلائی ہو تو کافروں کا ہدیہ قبول کر لینا چاہیے؛ اس لیے کہ اس سے وہ اسلام کے قریب آئیں گے، مسلمانوں کے بارے میں ان کا دماغ صاف ہوگا، مسلمان ان کے فتنے سے بچیں گے۔

لیکن اگر اس میں مسلمانوں یا دین کے نقصان کا خطرہ ہو تو کافروں کا ہدیہ قبول نہیں کرنا چاہیے۔

چوں کہ بلقیس نے وہ ہدیہ آپ کا امتحان لینے اور رشوت کے انداز میں بھیجا تھا؛ اس لیے حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کا ہدیہ قبول نہیں کیا تھا۔

سونے چاندی کا راستہ اور دوسری عجیب تیاریاں

حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں یہ تمام ہدیے پہنچے، حضرت سلیمان علیہ السلام کو پتہ چل گیا تھا کہ بلقیس کے آدمی یہاں کچھ ہدیے لے کر آ رہے ہیں، حضرت سلیمان علیہ السلام نے عجیب تیاری کی: تقریباً تیس میل تک سونے اور چاندی کا ایک لمبا راستہ بنوایا اور راستے کے دونوں طرف عجیب عجیب قسم کے جانور اس طرح کھڑے کر دیے کہ ان جانوروں کا پیشاب، پاخانہ سونے چاندی پر ہو۔

آپ نے ایسا انتظام اس لیے کیا؛ تا کہ بلقیس کے آدمی متأثر (impress) ہو جائے کہ ہم جو ہدیہ لے کر آئے ہیں وہ تو کچھ بھی نہیں ہے، یہاں تو جانور بھی سونے اور چاندی پر پیشاب، پاخانہ کرتے ہیں۔

اسی طرح آپ نے اپنا دربار سجایا، چار چار ہزار سونے کی کرسیاں لگوائی، ایک طرف علما کو بٹھایا، دوسری طرف حکومت کے ذمے داروں کو بٹھایا، پورا ہال آپ نے جواہرات سے سجایا اور صفوں میں جنات اور عجیب عجیب جانوروں کو کھڑا کر دیا۔

بلقیس کے قاصدوں کی مرعوبیت

جب بلقیس کے لوگ سفر کر کے یمن سے بیت المقدس پہنچے تو حضرت سلیمان

علیہ السلام کا اتنا عالی شان دربار دیکھ کر اتنے مرعوب ہو گئے کہ بعض مفسرین تو یہ لکھتے ہیں کہ: سونے چاندی کی جو اینٹیں وہ لے کر آئے تھے وہ راستے میں ڈال دی؛ اس لیے کہ یہاں تو راستے سونے چاندی کے ہیں تو راستے کی چیز ہم ہدیے میں دیں گے تو یہ تو ایک قسم کی بے عزتی کہی جائے گی، جیسا کہ ہمارے یہاں پتھر کے راستے بنتے ہیں، اب اگر کوئی آدمی دوسری جگہ سے آئے اور ہمیں پتھر ہدیے میں دیوے تو کتنا غصہ آئے گا؟

بلقیس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو میسیج بھیجا کہ: آپ ہمارے یہاں مت آؤ، ہم خود آپ کے پاس حاضر ہو جاتے ہیں۔

تحفے دیکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کا جواب

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ وہ غلام، باندی، لڑکے، لڑکیاں، ہیرے موتی سب حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے، آپ نے وہ تمام ہدیے واپس کردیے اور کہا کہ: مجھے تمھارے ہدیے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، قرآن میں ہے:

فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ ۫ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ۝٣٦ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝٣٧

ترجمہ: پھر وہ (قاصد) جب سلیمان (علیہ السلام) کے پاس پہنچا تو اس (سلیمان علیہ السلام) نے کہا کہ: کیا مال کے ذریعہ تم میری مدد کرنا چاہتے ہو؟ سو اللہ تعالیٰ نے مجھے جو کچھ دے رکھا ہے وہ اس سے زیادہ اچھا ہے جو تم کو دے رکھا ہے؛ بلکہ تم ہی لوگ تمھارے ہدیہ پر خوش ہوتے رہو۔

جاؤ اور جا کر تمھاری ملکہ بلقیس کو بتلا دو کہ ہم بہت بڑا لشکر لے کر تم پر حملہ کریں گے اور تمھارے پورے ملک پر قبضہ کر لیں گے اور تمھاری رانی کو اور تمھارے بڑے بڑے عزت والے لوگوں کو ذلیل کر کے وہاں سے نکالیں گے۔

یہ پوری جماعت واپس یمن آئی اور بلقیس کو پوری بات بتلائی، بلقیس یہ بات سن کر سمجھ گئی کہ سلیمان کوئی دنیوی بادشاہ نہیں ہے؛ بلکہ اللہ کے نبی ہیں؛ اسی لیے لڑنے کی بات پہلے بھی اس نے چھوڑ دی تھی، اس نے فوراً فیصلہ لیا کہ سلیمان کو خبر کر دو کہ آپ ہمارے ملک پر حملہ نہ کریں، ہم فرماں بردار بن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے ہیں؛ چوں کہ اس کو حضرت سلیمان علیہ السلام سے ملنے یمن سے فلسطین جانا تھا؛ اس لیے اس نے پورے ملک کی حکومت چلانے کے لیے ایک آدمی کو اپنا نائب بنایا اور پورے لشکر کے ساتھ بیت المقدس حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں آنے کے لیے روانہ ہو گئی، آگے والا واقعہ ان شاء اللہ! آئندہ مجلس میں ذکر کیا جائے گا

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

شہرِ طیبہ (از مرتب)

کہاں شہرِ طیبہ	۱	کہاں یہ گنبدِ خضریٰ
کہاں یہ گنبدِ خضریٰ	۲	کہاں ظلوم جہول
صلی اللہ علی سیدنا محمد	۳	صلی اللہ علی سیدنا محمد
کہاں روضۂ اقدس	۴	کہاں عاصیٔ و خاطی
کہاں ریاض الجنۃ	۵	کہاں حقیر وضعیف بندہ
کہاں محراب و منبر	۶	کہاں ندامت کے آنسو
صلی اللہ علی سیدنا محمد	۷	صلی اللہ علی سیدنا محمد
کہاں مقامِ اصحاب	۸	کہاں دلِ بے قرار
کہاں بابِ جبرئیل	۹	کہاں مقر الذنوب والخطایا
کہاں یہ گنہگار آنکھیں	۱۰	کہاں دیدارِ طیبہ
صلی اللہ علی سیدنا محمد	۱۱	صلی اللہ علی سیدنا محمد
کہاں جالی مبارک	۱۲	کہاں مواجہۂ منور
صلی اللہ علی سیدنا محمد	۱۳	صلی اللہ علی سیدنا محمد
کہاں جبلِ احد	۱۴	کہاں جنت البقیع
صلی اللہ علی سیدنا محمد	۱۵	صلی اللہ علی سیدنا محمد

یا رب صل وسلم دائما ابدا ۱۶ علی حبیبک خیر الخلق کلھم

ملکہ بلقیس کا

عجیب واقعہ

(حصہ:۳)

اقتباس

قرآن کی طاقت کا کیا حال ہوگا!!!

دیکھیے! اس آیت میں عجیب بات بیان کی ہے:

﴿عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ﴾

دینی بہنو! حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے کا ایک انسان آسمانی کتاب کے علم کی مدد سے اتنا بڑا کام کر سکے جو بڑے سے بڑا جنات نہیں کر سکتا؛ جب کہ مجھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن عطا فرمایا ہے جو تمام آسمانی کتابوں سے افضل ہے، تو قرآن کے علم میں اللہ تعالیٰ نے کتنی طاقت رکھی ہوگی!!!

اس لیے قرآن پڑھو! قرآن سمجھو! قرآن پر عمل کرو!

اللہ تعالیٰ نے اس میں جو طاقت رکھی ہے وہ طاقت کہیں بھی نہیں ہو سکتی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لله الَّذِيْ هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ وَ مَاكُنَّالِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا الله وَ أَكْمَلَ لَنَا دِيْنَنَا وَ أَتَمَّ عَلَيْنَانِعمَهُ وَ رَضِيَ لَنَا الْإِسْلَامَ دِيْناً،وَ أَشْهَدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَه وَ أَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنا مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه،صَلَوَاتُ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْه وَ عَلٰى اٰلِه وَاَصْحَابِه وَذُرِّيَّاتِه وَ اَهْلِ بَيْتِه وَاَهْلِ طَاعَتِه، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْراً كَثِيْراً ۔۔اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ۝۳۸ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ۝۳۹ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۖ لِيَبْلُوَنِيْۤ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ۝۴۰

ترجمہ مع فوائد

(پھر بلقیس کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے نبی ہونے کا یقین ہو گیا تو اپنے ملک سبا سے چلی تو حضرت سلیمان علیہ السلام کو کسی ذریعے سے اس کے روانہ ہونے کا پتہ چل گیا تب) سلیمان علیہ السلام نے کہا: اے (میرے) درباریو! تم میں کوئی ایسا ہے جو اس

(عورت) کے تخت کو ان (سبا والوں) کے میرے پاس مسلمان بن کر آنے سے پہلے ہی لے آئے ﴿۳۸﴾ جناتوں میں سے ایک بڑے بھاری جسم والا بولا: آپ اپنی جگہ سے (مجلس سے) اٹھوں سے پہلے ہی میں اس (تخت) کو آپ کے پاس لے آؤں گا، اور (آپ میرے بارے میں) یقین رکھیے کہ میں اس (تخت کو لانے) کی پوری طاقت بھی رکھتا ہوں (اور) امانت دار بھی ہوں (جس کو کام حوالے کرنا ہو اس میں یہ دو خوبی (طاقت، امانت) ہونی چاہیے، حضرت موسیٰؑ کے واقعہ میں بھی یہ بات ہے ﴿۳۹﴾ ایک شخص جس کے پاس کتاب (تورات) کا علم تھا وہ کہنے لگا میں اس (تخت) کو آپ کے پاس آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے ہی حاضر کر دیتا ہوں۔

فائدہ: سابقہ آسمانی کتابوں کے علوم کے حامل کا یہ حال ہے تو افضل الکتب ''قرآن'' کے حاملین کی طاقت کا حال کیا ہوتا ہوگا؟ دنیا نے دورِ خلافتِ راشدہ میں اس کا مشاہدہ کرلیا ہے۔ کاش! ہم صحیح معنی میں حاملینِ قرآن بن جائیں!!!

سو جب انھوں نے (یعنی سلیمان علیہ السلام نے) اس تخت کو اپنے سامنے رکھا ہوا دیکھا تو کہنے لگے کہ: یہ تو میرے رب کا فضل ہے؛ تا کہ وہ مجھے آزمائیں کہ میں (رب کا) شکر کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں اور جو شخص بھی شکر کرتا ہے وہ تو اپنے ہی فائدے کے لیے شکر کرتا ہے اور جو شخص ناشکری کرتا ہے تو یقیناً میرے رب تو بے نیاز ہیں، بڑے کرم کرنے والے ہیں ﴿۴۰﴾ (از تیسیر القرآن)

گذشتہ کل کی بات

گذشتہ کل یہاں تک بات پہنچی تھی کہ بلقیس کو یقین ہو گیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے

نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

بلقیس کی آپ علیہ السلام کے پاس آنے کی تیاریاں

اس لیے بلقیس نے یمن سے فلسطین جانے کی تیاری شروع کر دی، اپنا شان دار تخت ایسی جگہ بند کروا دیا جہاں ایک کے بعد ایک سات دروازے تھے، تمام دروازوں کو تالے لگا دیے اور حفاظتی فوج (security) کے لیے آدمی کھڑے کر دیے؛ تاکہ اس کے تخت کو کوئی ہاتھ نہ لگا سکے۔

نیز حکومت چلانے کے لیے اپنی جگہ ایک نائب مقرر کر دیا اور کہا کہ: میرے اس تخت اور محل کی حفاظت کرنا۔

پھر ملکِ یمن میں اعلان کرایا کہ: ہم فلسطین جا رہے ہیں، الگ الگ شہروں میں تقریباً بارہ ہزار حاکم اور نواب تھے، ہر ایک کے ماتحت ہزاروں سپاہی تھے، اتنے بڑے قافلے کو لے کر بلقیس روانہ ہوئی۔

آج بھی فلسطین میں مسجدِ اقصیٰ کے پاس ایک جگہ ہے جس کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اسی جگہ فیصلے کیا کرتے تھے، اور اس کے قریب میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی قبر بھی موجود ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام بہت بڑی شان والے آدمی تھے، نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی تھے، کوئی آدمی سامنے سے کوئی بات پوچھنے کی ہمت نہیں کرتا تھا؛ بلکہ حضرت سلیمان علیہ السلام خود کوئی بات پوچھتے تو جواب دیا کرتے تھے۔

ہوا میں دھول اڑتی ہوئی نظر آئی

بلقیس یمن سے روانہ ہوگئی اور بالکل قریب پہنچ گئی، تقریباً تین میل باقی رہ گیا، حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے تخت کو لے کر باہر بیٹھے ہوئے تھے اور مٹی اڑتی ہوئی نظر آئی، جیسا کہ کوئی بڑا مجمع آرہا ہو۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ: ہوا میں دھول اڑتی ہوئی نظر آرہی ہے، کیا بات ہے؟

لوگوں نے کہا: بلقیس اپنی پوری فوج کے ساتھ آئی ہے، وہاں سامنے رُکی ہوئی ہے، اس کے ہزاروں آدمیوں کی وجہ سے مٹی ہوا میں اڑتی نظر آرہی ہے۔

سامنے والے پر شروع ہی میں اچھا اثر ڈالنا چاہیے

حضرت سلیمان علیہ السلام نے سوچا کہ ابھی تھوڑی دیر میں بلقیس میرے پاس آئے گی تو اس کو کوئی معجزہ، کوئی عجیب بات دکھانی چاہیے؛ جیسا کہ انگریزی زبان میں بولتے ہیں: First impression is the last

مطلب یہ کہ بلقیس پر ایسا رعب یا اثر پڑ جائے کہ پھر آگے کی تمام چیزیں آسان ہو جائے۔

سسرال میں جانے والی بہنوں کو ایک قیمتی نصیحت

ہماری جو بہنیں شادی کر کے سسرال جاتی ہیں میں ان کو نصیحت کیا کرتا ہوں کہ: جاتے ہی شروع میں جیسا اپنا اثر دکھاؤ گی ویسا وہاں تمھارا مقام بنے گا، اگر تم نے

وہاں جا کر نماز کا ماحول، دین کا ماحول، پردے کا ماحول، خدمت کا ماحول، ادب کا ماحول بنایا تو تمھارے لیے لوگوں کے دلوں میں ہمیشہ کے لیے ایک اچھی چھاپ بیٹھ جائے گی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام بلقیس پر پہلی ہی مرتبہ میں اچھا اثر ڈالنا چاہتے تھے؛ اس کے لیے آپ نے اس کا تخت لانے کا ارادہ فرمایا، حضرت سلیمان علیہ السلام بلقیس کو اللہ تعالیٰ کی قدرت سمجھانا چاہتے تھے، نبی کا معجزہ سمجھانا چاہتے تھے، بلقیس کی عقل کا امتحان لینا چاہتے تھے۔

سوچو! بیت المقدس سے یمن کا سفر اُس زمانے میں ایک مہینے میں ہوتا تھا اور بلقیس بالکل قریب آ چکی تھی، تین میل دور تھی اور اس کا تخت ایک مہینے کی دوری پر تھا اور اس پر بھی تالا لگا ہوا تھا۔

کون تخت لائے گا؟

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے دربار میں اعلان کیا کہ:

قَالَ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَیُّكُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ۝۳۸

اے میرے دربار کے لوگو! بلقیس میرے پاس فرماں بردار ہو کر آ رہی ہے، اس کے آنے سے پہلے کون اس کا تخت مجھے لا کر دکھلائے گا؟

ایک راکشش کا جواب

ایک بہت طاقت والا پہاڑ جتنا اونچا جنات ــ اس کے چلنے کی طاقت یہ تھی کہ ایک قدم اگر یہاں رکھے تو دوسرا قدم ہماری نظر لمبے کھلے میدان میں جتنی دور جاوے اتنا

دور اس کا دوسرا قدم پڑتا تھا، وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں بیٹھا ہوا تھا، اس نے کہا جیسا کہ قرآن میں ہے:

قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿۳۹﴾

ترجمہ: جناتوں میں سے ایک بڑے بھاری جسم والا بولا: آپ اپنی جگہ سے (یا مجلس سے) اٹھیں اس سے پہلے ہی میں اس (تخت) کو آپ کے پاس لے آؤں گا، اور (آپ میرے بارے میں) یقین رکھیے کہ میں اس (تخت کو لانے) کی پوری طاقت بھی رکھتا ہوں۔

اس جن کا نام

اس جن کا نام بعض روایتوں میں ''لوذی'' آیا ہے۔

بعض روایات میں اس کا نام ''ذکوان'' آیا ہے۔

بعض روایات میں اس کا نام ''صخر'' آیا ہے۔

کتنی دیر میں لاؤ گے؟

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ: کتنی دیر میں لاؤ گے؟

حضرت سلیمان علیہ السلام کی روزانہ صبح فجر سے لے کر ظہر تک مجلس ہوتی تھی، عدالت لگتی تھی، جو کیس آتے تھے اس کے فیصلے کرتے تھے۔

اس جنات نے کہا کہ: حضرت! آپ کی یہ عدالت کا وقت پورا ہو اس سے پہلے میں بلقیس کا تخت آپ کے سامنے لا کر رکھ دوں گا۔

کام کرنے والے کی دو اہم صفات

پھر وہ جنات کہتا ہے ﴿وَاِنِّیۡ عَلَیۡہِ لَقَوِیٌّ اَمِیۡنٌ﴾

یہ صرف زبانی بات نہیں ہے؛ بلکہ میرے اندر طاقت ہے، میں لاکر دکھادوں گا اور میں امانت دار بھی ہوں، اتنا قیمتی تخت لاؤں گا تو اس میں سے ہیرے، موتی کسی چیز کی چوری نہیں کروں گا۔

کام کرنے والے میں یہ دو خوبیاں ہونی چاہیے:

(۱) طاقت والا ہو۔

(۲) امانت دار ہو۔

ان دو خوبیوں کو سنبھال لو، یہ بہت بڑی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔

ایک عالم کی طرف سے پیش کش

مگر حضرت سلیمان علیہ السلام یہ چاہتے تھے کہ اس سے بھی جلدی کوئی لے آئے، اب سنیے ایک دوسری پیش کش و آفر آئی:

قَالَ الَّذِیۡ عِنۡدَہٗ عِلۡمٌ مِّنَ الۡکِتٰبِ اَنَا اٰتِیۡکَ بِہٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّرۡتَدَّ اِلَیۡکَ طَرۡفُکَ ؕ

ایک علم والا — جس کے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب کا علم تھا — اس مجلس میں بیٹھا ہوا تھا، اس نے کہا کہ: حضرت! آپ کی پلک جھپکے اس سے پہلے وہ تخت میں آپ کے سامنے لاکر رکھ سکتا ہوں۔

آسمانی کتاب کی برکت

دینی بہنو! اللہ تعالیٰ نے انسان کو آسمانی کتاب کی برکت سے وہ طاقت عطا فرمائی ہے کہ بڑے بڑے جنات جو کام نہیں کرسکتے یہ کمزور انسان اللہ تعالیٰ کے علم کی برکت سے وہ کام کرسکتا ہے۔

یہ کون انسان تھے؟

(۱) بعض کہتے ہیں: حضرت خضر علیہ السلام تھے جن کا قصہ سورۂ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہے۔

(۲) بعض کہتے ہیں کہ: وہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام تھے، جو انسان کی شکل میں اس مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔

(۳) بعض کہتے ہیں کہ: اللہ کے کوئی اور فرشتہ تھے۔

(۴) بعض کہتے ہیں کہ: خود حضرت سلیمان علیہ السلام کی ذات مراد ہے۔

کسی نبی کا کوئی امتی اگر کرامت دکھلاتا ہے تو حقیقت میں وہ اس نبی کا ہی معجزہ شمار ہوتا ہے، جیسے قیامت تک اِس امت میں اللہ تعالیٰ کا کوئی ولی اگر کرامت دکھائے گا تو وہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی معجزہ ہے، آپ کی برکت سے آپ کی امت میں ایسے ایسے آدمی اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے جن سے ایسی عجیب عجیب کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

(۵) لیکن زیادہ تر مفسرین یہ لکھتے ہیں کہ: وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دوست اور خالہ کے لڑکے تھے، جن کا نام ''آصف ابن برخیہ'' تھا، جو بہت بڑے اللہ

کے ولی تھے اور صدیقیت کے مقام پر فائز تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت بڑا علم دیا تھا۔

ان کے پاس کیا علم تھا؟

کہتے ہیں کہ: وہ اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم جانتے تھے۔

اسمِ اعظم ایک بہت بڑی قیمتی نعمت ہے۔ اِسْمُ اللّٰہِ الْأَعْظَمُ الَّذِيْ إِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ وَ إِذَا سُئِلَ بِهِ اَعْطٰی۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے اسمِ اعظم (یعنی بڑے نام) کی برکت یہ ہے کہ وہ نام لے کر دعا کرو تو اللہ تعالیٰ اس دعا کو قبول کرتے ہیں، سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سوال پورا کر دیتے ہیں۔

اسمِ اعظم کیا ہے؟

وہ اسمِ اعظم کیا ہے؟ آپ بھی سیکھ لو!

بعض حضرات کہتے ہیں کہ: وہ اسمِ اعظم یہ ہے:

يَا ذَالْجَلَالِ وَ الْإِكْرَامِ

بعض کہتے ہیں کہ: وہ اسمِ اعظم یہ ہے:

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ

بعض کہتے ہیں کہ: اسمِ اعظم یہ ہے:

يَا اِلٰهَنَا وَاِلٰهَ كُلِّ شَئٍي وَاحِدٍ، لَا اِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ

ترجمہ: اے ہمارے معبود! اے ہر چیز کے معبود! اے ایک معبود! آپ کے

سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ: اسمِ اعظم یہ ہے:

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَّآاِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ

لٰہذا یہ جتنے بھی کلمات میں نے آپ کو بتائے یہ سب پڑھ پڑھ کر دعا کرو، اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے دعا قبول کرلیں گے۔

بہرحال: بات یہ چل رہی تھی کہ اس عالم نے کہا کہ: میں اسمِ اعظم جانتا ہوں، میں اسے پڑھوں گا تو اللہ تعالیٰ اس تخت کو حاضر کردیں گے۔

ہر موقع پر نماز پڑھ کر اللہ سے مدد مانگنی چاہیے

اس کے بعد آصف نے نماز پڑھی۔

دیکھو! ہر موقع پر نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی چاہیے۔

پھر حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا کہ: جہاں تک آپ کی نظر پہنچے آپ نظر اٹھا کر دیکھیے۔

پلک جھپکنے سے پہلے تخت حاضر

حضرت سلیمان علیہ السلام نے نظر اٹھا کر یمن کی طرف دیکھا، حضرت آصف برخیہ نے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھیجا، فرشتوں نے بلقیس کا وہ تخت — جو سات دروازوں میں بند تھا — اٹھایا اور زمین کے نیچے سے زمین کو چیرتے ہوئے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے لاکر رکھ دیا۔

قرآن کی طاقت کا کیا حال ہوگا!!!

دیکھیے! اس آیت میں عجیب بات بیان کی ہے:

﴿عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ﴾

دینی بہنو! حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے کا ایک انسان آسمانی کتاب کے علم کی مدد سے اتنا بڑا کام کر سکے جو بڑے سے بڑا جنات نہیں کر سکتا؛ جب کہ مجھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن عطا فرمایا ہے جو تمام آسمانی کتابوں سے افضل ہے، تو قرآن کے علم میں اللہ تعالیٰ نے کتنی طاقت رکھی ہوگی!!!

اس لیے قرآن پڑھو! قرآن سمجھو! قرآن پر عمل کرو!

اللہ تعالیٰ نے اس میں جو طاقت رکھی ہے وہ طاقت کہیں بھی نہیں ہو سکتی۔

ایسے موقع پر کیا بولنا چاہیے؟

اگر ہمارے تمہارے ہاتھ سے ایسی کوئی کرامت ظاہر ہو جائے تو ہمارے دل پھولے نہ سمائیں، لوگوں کو کہتے پھرے کہ: یہ ہو گیا، وہ ہو گیا، اللہ کے نبی سے سیکھو! ایسے موقع پر کیا بولنا چاہیے؟ قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ﴾

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب وہ تخت اپنے سامنے دیکھا تو اس علم والے نے کہا کہ: پلک جھپکنے میں اتنا بڑا تخت اتنی دور سے آ گیا، یہ میرے اللہ کا فضل و کرم ہے، میرے رب کا میرے اوپر انعام ہے، اس میں میری کوئی طاقت نہیں ہے۔

نعمت کا شکرادا کرنے والے بنیں

پھر آگے کیا کہتے ہیں:

﴿لِیَبۡلُوَنِیٓ ءَاَشۡکُرُ اَمۡ اَکۡفُرُ﴾

اللہ تعالیٰ اتنی قیمتی نعمت دے کر میرا امتحان لے رہے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرتا ہوں یا اللہ کی ناشکری کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ جب کوئی نعمت عطا فرمائے تو اس نعمت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر کرنے والے بنیں۔

شکر سے نعمت بڑھتی ہے

آگے کہتے ہیں: ﴿وَمَنۡ شَکَرَ فَاِنَّمَا یَشۡکُرُ لِنَفۡسِہٖ﴾

جو بھی شکر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو شکر کا فائدہ عطا کریں گے۔

کیا فائدہ ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نعمت کو ہمیشہ باقی رکھیں گے، نعمت کو بڑھائیں گے۔

آگے فرماتے ہیں: ﴿وَمَنۡ کَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیۡ غَنِیٌّ کَرِیۡمٌ﴾

اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کرے گا تو میرے رب تو بے نیاز ہے، ان کو کسی کی کوئی پرواہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو شکر کرنے والی زبان عطا فرمائے، شکر کرنے والا دل عطا فرمائے، شکر کرنے والے اعمال عطا فرمائے، شکر کرنے والی زندگی عطا فرمائے، ہر طرح کی ناشکری سے اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

امتحان کی غرض سے تخت میں تبدیلی

الغرض! بلقیس کے پہنچنے سے پہلے تخت آ گیا، حضرت سلیمان علیہ السلام بلقیس کا امتحان لینا چاہتے تھے کہ ہوشیار ہے کہ نہیں؟

امتحان لینے کے لیے حضرت سلیمان نے فرمایا:

قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْۤ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾

ترجمہ: سلیمان (علیہ السلام) نے (خادموں سے) کہا: اس (بلقیس) کے لیے اس کے تخت میں کچھ تبدیلی کر دو؛ تا کہ ہم دیکھ لیویں کہ وہ اس کو پہچان لیتی ہے یا ان لوگوں میں سے ہوتی ہے جن کو پہچان نہیں ہے۔

یعنی اس میں تھوڑی سی تبدیلی کر دو، ہم بلقیس کی عقل کا امتحان لینا چاہتے ہیں۔

چنانچہ تخت پر جو لال چیزیں تھیں ان کو سبز بنا دی اور جو سبز تھیں ان کو لال کر دیا۔

جناتوں کا ڈر اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو بلقیس کے ساتھ نکاح سے روکنے کی چال

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایسا کیوں کیا؟ اس کی عقل کا امتحان کیوں لیا؟

اس سلسلے میں عجیب باتیں تفسیر کی روایتوں میں آتی ہیں: جناتوں کو ایسا پتہ چلا تھا کہ حضرت سلیمان بلقیس سے شادی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، اب ان کو یہ ڈر ہوا کہ اگر سلیمان علیہ السلام نے بلقیس سے شادی کر لی تو بلقیس جناتوں کی خفیہ (Secret)

باتیں حضرت سلیمان علیہ السلام کو بتا دے گی؛ کیوں کہ بلقیس کی ماں جنات میں سے تھی، اس کی وجہ سے وہ جنات کی چھپی ہوئی باتوں کو جانتی تھی۔

نیز شادی کے نتیجے میں اگر کوئی بچہ ہو گیا تو مستقبل (Future) میں وہ بھی بادشاہ بنے گا اور ہم کو آئندہ چل کر اس کی بھی غلامی میں رہنا پڑے گا۔

پاگل اور پیر گدھے جیسے

اس لیے جناتوں نے نفرت دلانے کے لیے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے ایک بات کہی؛ تاکہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس کے ساتھ شادی نہ کرے۔

جناتوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو کہا کہ: یہ بلقیس جو آرہی ہے وہ تو پاگل جیسی ہے اور اس کے دونوں پیر گدھے جیسے ہیں اور اس کی پنڈلی پر بہت بال ہیں۔

تحقیق کے بغیر کسی کی بات نہیں مان لینی چاہیے

حضرت سلیمان علیہ السلام تو اللہ کے نبی تھے، آپ نے جناتوں کی بات نہیں مانی؛ بلکہ خود اس کا امتحان لیا۔

اس سے یہ نصیحت ہمیں ملتی ہیں کہ کبھی ایسا ہو کہ شادی کے لیے کوئی پیغام آوے تو بعض لوگ — جو اس رشتے کو چاہتے نہیں ہیں وہ — ان کے بارے میں غلط سلط باتیں ہمارے سامنے بیان کریں، تو ایسے موقع پر ہمیں کسی کی بات میں نہیں آنا چاہیے، یہ دھوکے کی دنیا ہے، کوئی کس مقصد سے کونسی بات کہے ہم نہیں کہہ سکتے: اس لیے براہِ راست تحقیق کرنی چاہیے۔

اور بعض لوگ ایسی باتیں اس لیے کرتے ہیں کہ اس طرح کی بات کرکے آپ کو رشتے سے روک دیوے پھر خود رشتہ کرلیوے۔

کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟

بہر حال! تھوڑی دیر میں بلقیس پہنچ گئی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو سوال کیا:﴿فَلَمَّا جَآءَتۡ قِيۡلَ اَهٰكَذَا عَرۡشُكِ﴾

ترجمہ: پھر جب وہ عورت (سلیمان کے پاس) پہنچ گئی تو اس کو پوچھا گیا: کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟

بلقیس کی الجھن اور عاقلانہ جواب

بلقیس الجھن میں پڑگئی کہ کیا جواب دے۔

وہ سوچ رہی تھی کہ میں تو تالے لگا کر آئی تھی، وہاں میری حفاظتی فوج (security) موجود ہیں اور یمن تو بیت المقدس سے ایک مہینہ دور ہے، کیسے آ گیا؟

لیکن بلقیس نے بھی ویسا ہی جواب دیا جیسا سوال کیا گیا تھا، اس نے بھی بڑی عقل مندی سے گول گول جواب دیا:﴿قَالَتۡ كَاَنَّهٗ هُوَ﴾

ترجمہ: تو وہ کہنے لگی: ایسا لگتا ہے کہ ہو بہو وہی ہے۔

بالکل صاف "ہاں" بھی نہیں کہا اور صاف "نا" بھی نہیں کہا۔

لگتا ایسا ہے کہ اس نے پہچانا نہیں تھا؛ اس لیے اس نے اقرار بھی نہیں کیا اور انکار بھی نہیں کیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ بڑی ہوشیار ہے، اس سے جناتوں کی بات غلط ثابت ہوگئی کہ بلقیس پاگل جیسی ہے۔

’’وَاُوْتِیْنَا الْعِلْمَ‘‘ کی دوسری توجیہ

پھر بلقیس بولی ﴿وَاُوْتِیْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَ كُنَّا مُسْلِمِیْنَ﴾

ترجمہ: اور ہم کو تو اس (واقعہ) سے پہلے ہی (آپ کی نبوت کی سچائی کا) علم ہو چکا تھا اور ہم مسلمان ہو چکے ہیں۔

بعض حضرات نے ’’وَاُوْتِیْنَا الْعِلْمَ‘‘ کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا قول مانا ہے، مطلب یہ ہوگا کہ ہم کو پہلے سے وحی کے ذریعہ بتادیا گیا تھا کہ تو فرماں بردار بن کر حاضر ہوگی۔ (از تیسیر القرآن)

’’وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ‘‘ کے دو مطلب

اللہ تعالیٰ قرآن میں آگے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾

ترجمہ: اور (آج تک) اس کو (ایمان لانے سے) اس بات نے روک رکھا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا (دوسروں) کی عبادت کیا کرتی تھی۔

اِس آیت کا ایک مطلب یہ ہے کہ: حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو سمجھایا: اے بلقیس! جن بتوں کی اور سورج کی تو عبادت کرتی ہے ان کو چھوڑ دے؛ گویا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو ان بتوں کی عبادت کرنے سے روک دیا۔

دوسرا مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے سوا جن معبودوں کو وہ پوجتی تھی ان بتوں کی عبادت نے بلقیس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روکے رکھا تھا، آج تک ان بتوں کی اور سورج کی عبادت نے بلقیس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روک لیا تھا، جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے سمجھایا تب اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت شروع کر دی۔

گندے ماحول کا اثر

اور بڑی بات کیا تھی ﴿اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ﴾
ترجمہ: کیوں کہ وہ ایک کافر قوم میں سے تھی۔

پورا ماحول گندا تھا؛ اس لیے اس کو یہی چیز سیکھنے کو ملی، اچھی کوئی چیز اس سے سیکھنے کو ملی ہی نہیں تھی؛ لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعوت کی برکت سے بلقیس ایک اللہ کی عبادت کرنے والی بن گئی۔

دوسری بات کا امتحان

ایک چیز کا تو امتحان ہو گیا کہ یہ پاگل نہیں ہے؛ بلکہ عقل مند اور ہوشیار عورت ہے، اب دوسری بات — کہ اس کے پیر گدھے جیسے ہیں اور اس کی پنڈلی پر بال بہت ہیں، اس — کا امتحان باقی تھا۔

شیشے کا محل

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کے لیے ایک شان دار، عجیب وغریب، پورا شیشے کا اور ایک دم سفید رنگ کا محل بنوایا، اس کے آگے بڑا صحن، باغ اور باغ میں پانی کا

حوض، حوض میں قسم قسم کی رنگ برنگی مچھلیاں، قسم قسم کے مینڈک اور پانی کے جانور رکھے، اس حوض پر آپ نے ایک دوسرا کانچ بچھوایا، اتنا شان دار کانچ کہ پتہ بھی نہ چلے کہ پانی کے اوپر کانچ لگا ہوا ہے، اور محل میں داخل ہونے کا راستہ تھوڑا سا اونچا بنوایا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو فرمایا:

﴿قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ﴾

ترجمہ: اس (بلقیس) کو کہا گیا: تو (اس) محل میں داخل ہوجا۔

دونوں پنڈلیاں کھول دیں

بلقیس وہاں پہنچی، اس نے دیکھا یہاں تو پانی ہی پانی ہے، وہ تھوڑی دیر تو یہی سمجھتی رہی کہ پانی ہے، پانی میں جاؤں گی تو میرے کپڑے بھیگ جائیں گے، اس نے اپنے کپڑے اٹھائے؛ تا کہ پانی میں بھیگ نہ جائے، آگے اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّ كَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا﴾

ترجمہ: پھر جب اس نے اس (کے صحن) کو دیکھا تو یہ سمجھی کہ یہ تو گہرا پانی ہے اور اس نے اپنی دونوں پنڈلیاں کھول دیں۔

کپڑے اٹھانے کی وجہ سے اس کی پنڈلی کھل گئی، اس کی ایڑی پر نظر پڑ گئی اور دیکھ لیا کہ یہ کوئی گدھے جیسی نہیں ہے، جناتوں نے غلط بات بتلائی تھی، اس کے پیر گدھے جیسے نہیں ہیں، عام انسانوں جیسے اس کے پیر ہیں، ہاں! اتنی بات تھی جیسا کہ بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی پنڈلی پر بال بہت تھے۔

مخطوبہ کو دیکھنا جائز ہے

بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بلقیس کے ساتھ شادی کرنے کا ارادہ کر چکے تھے؛ اس لیے اس کو دیکھنا جائز تھا، حدیث میں بھی ہے کہ جس کے ساتھ شادی کرنا ہو اس کو دیکھنا جائز ہے، دیکھ کر شادی کریں گے اس سے محبت بڑھے گی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام چوں کہ شادی کا ارادہ فرما چکے تھے؛ اس لیے آپ کے لیے دیکھنے میں کوئی حرج بھی نہیں، انبیاء کا معصوم ہونا ہمارا ایمان اور ہمارا عقیدہ ہے۔

نظر کی غلطی

جب اس نے دونوں پنڈلیاں کھول دیں تو اس کو کہا گیا:

﴿قَالَ اِنَّهٗ صَرۡحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنۡ قَوَارِیۡرَ﴾

ترجمہ: سلیمان علیہ السلام نے کہا: یہ تو ایک محل ہے جس میں شیشے جڑے ہوئے ہیں (یعنی شیشوں سے بنا ہوا ہے)۔

اس کو کہا گیا کہ: یہ تو محل ہے، اس کے صحن کے اوپر کانچ بچھا ہوا ہے، یہ تیری غلطی ہے، تجھے یہ کانچ نظر نہیں آرہا ہے۔

شروع میں بلقیس کی بدگمانی

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ شروع میں بلقیس کو تھوڑی سی بدگمانی ہوگئی تھی کہ — نعوذ باللہ — حضرت سلیمان علیہ السلام اس کو پانی میں ڈبو کر مار ڈالنا چاہتے ہیں: اس لیے وہ

کہنے لگی: اللہ کی قسم! میں اس میں ضرور کود جاؤں گی۔

لیکن جب اس کو پتہ چلا کہ پانی کے حوض پر شیشہ اور کانچ لگا ہوا ہے تو اس کا دماغ صاف ہو گیا اور وہ سمجھ گئی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کوئی غلط ارادہ نہیں کیا ہے۔

ایمان کا اعلان

بلقیس سمجھ گئی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں، ہر چیز پر آپ کی حکومت ہے، میرا تخت یمن سے یہاں تک آ گیا، یہ آپ کے نبی ہونے کی ایک بہت بڑی نشانی ہے، یہ سب ایمان کے اسباب تھے، یہ سب چیزیں دیکھ کر بلقیس کو حقیقت سمجھ میں آ گئی، اس نے فوراً ایمان قبول کر کے اس کا اعلان کر دیا:

﴿قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝۴۴﴾

ترجمہ: وہ بولی: اے میرے رب! یقیناً میں (اب تک) اپنی جان پر (کفر کر کے) ظلم کرتی رہی اور میں سلیمان (علیہ السلام) کے ساتھ ہو کر اللہ رب العالمین کے لیے مسلمان بنتی ہوں ﴿۴۴﴾

گویا بلقیس نے ایمان کا اعلان کر دیا۔

صحیح بات سامنے آوے تو قبول کر لینی چاہیے

ہمارا مزاج بھی ایسا ہونا چاہیے کہ جب کسی چیز کی حقیقت سامنے آ جائے تو فوراً قبول کر لینا چاہیے، بات صحیح ہو تو مان لینی چاہیے، ضد نہیں کرنی چاہیے۔

ایمان لانا بہت بڑی عقل مندی کی علامت ہے

دینی بہنو! ایمان لانا بہت بڑی عقل اور ہوشیاری کی نشانی ہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ

ترجمہ: اور کون ہے جو ابراہیم (علیہ السلام) کے طریقے سے اعراض کرے (یعنی منہ پھرالیوے اور نہ مانے)؟ مگر وہی شخص (منہ پھرائے گا) جس نے خود بے وقوفی اپنا لی ہو (دوسرا ترجمہ) جس نے خود کو بے وقوف بنایا ہو)

یعنی جو بیوقوف ہو وہ ایمان نہ لاوے، جس میں عقل ہو وہ ایمان قبول کرے۔

"مع سلیمان" کا دل نشین نکتہ

دوسری عجیب بات بلقیس کہہ رہی ہے: "مع سلیمان" یعنی سلیمان اللہ کے نبی، اللہ کے دین کے داعی ان کے ساتھ ان کے جیسا ایمان لاتی ہوں، وہ سمجھ رہی ہے کہ اللہ کے نیک بندوں کی معیت اور اللہ کے نیک بندوں جیسا راستہ اپنانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو کامیاب کر دیتے ہیں۔

اس لیے اللہ کے نیک بندے، انبیا، اولیاء اللہ جیسا اپنے آپ کو بنانا چاہیے، اسی میں ہماری بہت بڑی کامیابی ہے۔

بال صاف کرنے کے لیے پاوڈر کا سب سے پہلا استعمال

اس نے ایمان کا اعلان کر دیا، ایمان لانے کے بعد کیا ہوا، آگے کا واقعہ قرآنِ

مجید میں موجود نہیں ہے، تفسیر کی کتابوں میں موجود ہے۔

جب وہ ایمان لے آئی تو بعض روایتوں سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کے ساتھ نکاح کرلیا اور اس کی پنڈلی کے بال صاف کرنے کے لیے لوہے کا استرا استعمال کرنے کا حکم دیا۔

بلقیس نے کہا کہ: میری چمڑی ایسی نازک ہے کہ اس پر لوہا لگنے سے مجھے تکلیف ہوگی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات کو حکم دیا کہ بال صاف کرنے والا پاوڈر تیار کرو۔

اس تفصیلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے لیے بال کی صفائی کا پاوڈر جناتوں کے پاس بنوایا تھا، پھر ممکن ہے کہ وہاں سے پوری دنیا میں عام ہوا ہو، یہ تمام تفصیلات تفسیرِ مظہری میں موجود ہے۔

بلقیس کی یمن واپسی اور اس کے لیے قلعے کی تعمیر

بہر حال! حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کے ساتھ نکاح کرلیا اور کہا کہ: تو واپس یمن چلی جا اور یمن کی حکومت سنبھال، یمن میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے لیے تین بڑے بڑے قلعے بنائے جن کے نام یہ ہیں:

(۱) سلحون۔

(۲) سنون۔

(۳) عمدان۔

بلقیس اس میں رہ کر پورے یمن کی حکومت سنبھالتی تھی اور حضرت سلیمان علیہ السلام ہوا کے تخت پر اڑ کر ہر مہینے یمن تشریف لے جاتے تھے، تین دن وہاں رہتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس شادی کی برکت سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک بیٹا بھی عطا فرمایا۔

اور بعض روایتوں سے ایسا پتہ چلتا ہے کہ یمن کے "حمدان" کے تُبّع بادشاہ کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کی شای کروادی تھی۔

آپ ﷺ کا جانوروں سے بات کرنا

حضرت سلیمان علیہ السلام جناتوں سے بات کرتے ہیں، ہدہد سے بات کرتے ہیں، پرندوں سے بات کرتے ہیں تو میرے آپ کے آقا حضرت محمد ﷺ کے پاس بھی جانور آکر بات کیا کرتے تھے:

ایک مرتبہ ایک اونٹ اپنے مالک کی فریاد کرنے حضور ﷺ کی خدمت میں آیا، حضور ﷺ نے اس کے مالک کو بلا کر کہا کہ: جانور پر رحم کرو۔

حضور ﷺ کو بھی یہ معجزہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا، حضور ﷺ کی شان تو بہت اونچی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک کرامت یا ساریة! الجبل

حضور ﷺ کی برکت سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایک کرامت عطا فرمائی تھی کہ: ایک مرتبہ مدینۂ پاک میں منبر پر بیان کرتے کرتے آواز

لگائی: یاساریة! الجبل۔

ہوا نے آپ کی بات مدینہ سے ملکِ شام پہنچادی، اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی امت کو بھی ایسی ایسی کرامتیں عطا فرمائی ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے انتقال کے بعد حکومت ختم

حضرت سلیمان علیہ السلام کا انتقال ہو گیا؛ مگر جناتوں کو ایک سال کے بعد پتہ چلا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا انتقال ہو گیا ہے، ایک بڑا جن یمن گیا، وہاں جا کر اس نے اعلان کیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا انتقال ہو گیا؛ لہٰذا تم سب اپنا کام چھوڑ دو، حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد آپ کی حکومت بھی ختم ہو گئی اور بلقیس کی حکومت بھی ختم ہو گئی، اس کے بعد بلقیس کا بھی انتقال ہو گیا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ باقی ہے، اللہ تعالیٰ کا ملک باقی ہے، اللہ تعالیٰ کی حکومت باقی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس واقعے میں آئی ہوئی باتوں اور نصیحتوں کو سمجھ کر عمل کی توفیق عطا فرماوے اور منکرات سے بچنے کی توفیق عطا فرماوے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

توکّل اور حضرت
ام سلیم رضی اللہ عنہا کا واقعہ

اقتباس

بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو توکل کا مطلب ہی نہیں سمجھتے، اسباب نہیں اپناتے، اسباب اختیار کیے بغیر اللہ تعالیٰ پر بھروسے کی بات کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس بات کی قدرت اور طاقت رکھتے ہیں کہ بغیر دکان کے، بغیر ملازمت کے ہم کو روزی روٹی دے؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے دنیا کو اسباب کی جگہ بنایا ہے کہ تم اسباب اختیار کرو، میں تم کو ان اسباب کے ذریعے روزی روٹی دوں گا۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے:

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ

ترجمہ: جو مرد یا عورت اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے کام کو بنا دیتے ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لله الَّذِيْ هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ وَ مَاكُنَّالِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا الله وَ أَكْمَلَ لَنَا دِيْنَنَا وَ أَتَمَّ عَلَيْنَا نِعمَهُ وَ رَضِيَ لَنَا الْإِسْلَامَ دِيْناً،وَ أَشْهَدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّاالله وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَه وَ أَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُه،صَلَوَاتُ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْه وَ عَلٰى اٰلِه اَصْحَابِه وَذُرِّيَّاتِه وَ اَهْلِ بَيْتِه وَاَهْلِ طَاعَتِه، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً ۔۔اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ٥بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنۡ يَّتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسۡبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمۡرِهٖ ؕ قَدۡ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَىۡءٍ قَدۡرًا ۞ (الطلاق)

ترجمہ:اور جو آدمی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ (اللہ) اس (کا کام بنانے) کے لیے کافی ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ اپنا کام (جس طرح چاہتے ہیں) پورا کر کے ہی رہتے ہیں، پکی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے ﴿پ۲۸﴾

توکل ایمان والوں کے لیے بہت ضروری چیز ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ایمان والوں کے لیے بہت ہی اہم اور ضروری نصیحتیں بھی بیان فرمائی ہیں، ان میں سے ایک ''توکل'' ہے۔

یہ توکّل ایمان والے مردوں کے لیے بھی بہت ضروری ہے اور ایمان والی عورتوں کے لیے بھی بہت ضروری ہے، توکّل ایک ایسی چیز ہے کہ جب کوئی مرد یا کوئی

عورت اللہ تعالیٰ پر توکّل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے کام کو بنا دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہو جاتے ہیں۔

توکل کا مطلب

''توکل'' یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرنا۔

توکل کا مطلب یہ ہے کہ: یہ دنیا دار الاسباب ہے، اس دنیا میں جس کام کے لیے جو ضروری اسباب ہوتے ہیں انسان ان اسباب کو اچھی طرح اپنائے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے، جیسے روزی ہے، اس کے لیے جو اسباب ہیں: دکان چلانا، ملازمت کرنا، اس طرح کے جو اسباب ہیں کہ اچھی طرح دکان چلاؤ، صحیح طریقے سے ملازمت کرو، یہ روزی کمانے کے ذریعے ہیں، پہلے اس کو اپنائے، پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے۔

اسی طرح مکان کی حفاظت کہ: مکان کا دروازہ بسم اللہ پڑھ کر بند کرو، کھڑکیاں بند کرو اور پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو۔

توکل کا غلط مطلب

بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو توکل کا مطلب ہی نہیں سمجھتے، اسباب نہیں اپناتے، اسباب اختیار کیے بغیر اللہ تعالیٰ پر بھروسے کی بات کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس بات کی قدرت اور طاقت رکھتے ہیں کہ بغیر دکان کے، بغیر ملازمت کے ہم کو روزی روٹی دے؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے دنیا کو اسباب کی جگہ بنایا ہے کہ تم اسباب اختیار کرو، میں تم کو

ان اسباب کے ذریعے روزی روٹی دوں گا۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے:

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ

ترجمہ: جو مرد یا عورت اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے کام کو بنا دیتے ہیں۔

ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے

آگے فرمایا: اِنَّ اللهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ③

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ اپنا کام (جس طرح چاہتے ہیں) پورا کر کے ہی رہتے ہیں، پکّی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک وقت طے کر دیا ہے۔

وقت سے پہلے کسی چیز کو طلب کرنا بے کار ہے

ہر چیز کا جو وقت ہے اس سے پہلے اگر کوئی چیز مانگی جائے تو وہ چیز ملتی نہیں ہے، محنت بے کار جاتی ہے، ذہن کو الجھن ہوتی ہے، دماغ کو تکلیف ہوتی ہے، انسان پریشان ہوتا ہے، جس چیز کا جو وقت ہے اسی وقت پر وہ چیز ہوتی ہے، جیسے آپ سب جانتے ہیں کہ انتیس (۲۹) یا تیس (۳۰) روزے پورے ہوں گے تب عید آئے گی، اب اگر کسی میں عقل کی کمی ہو اور وہ دو چار دن میں ہی عید ڈھونڈنا شروع کر دیوے تو اس کی عید نہیں ہوگی؛ بلکہ دماغ میں تکلیف ہو جائے گی، پریشان ہو جائے گا۔

تقدیر پر راضی رہنا چاہیے

دوسری ایک بات یہ بھی سمجھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں جو بات لکھ دی ہے اس پر راضی رہنا چاہیے، چاہے ہمیں وہ تقدیر بری لگتی ہو، چاہے اچھی لگتی ہو۔

مدرسے میں ہم کو قرآن کے ساتھ ضروری عقیدے، پانچ کلمے، ایمانِ مجمل ومفصل سکھلایا جاتا ہے، آپ نے ایک بات سیکھی ہوگی:

وَالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَ شَرِّهِ مِنَ اللهِ تَعالٰى وَ الْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ

ترجمہ: تقدیر چاہے ہم کو بری دکھتی ہو یا اچھی دکھتی ہو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا کرتی ہے۔

کسی چیز کے چلے جانے کے وقت بہترین تسبیح

کبھی ہماری کوئی چیز چلی جائے، چوری ہو جائے، ٹوٹ پھوٹ جائے تو اس پر زیادہ پریشان نہیں ہونا چاہیے؛ بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا، تقدیر میں ایسا ہی لکھا تھا، فوراً اپنی زبان سے ’’إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ‘‘ پڑھ لو۔ یہ اتنی زبردست تسبیح ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے؛ اس سے اچھی نعمت عطا فرماتے ہیں۔

ہمارے پاس سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں

دینی بہنو! اللہ تعالیٰ نے جتنی بھی چیزیں ہمیں دنیا میں عطا فرمائی ہیں وہ سب اللہ کی طرف سے امانت ہیں، اللہ تعالیٰ جب چاہے اپنی دی ہوئی امانت واپس لے

سکتے ہیں، جیسے آپ کی کسی سہیلی، آپ کے ابا، اماں، بھائی وغیرہ کسی نے کوئی چیز امانت کے طور پر رکھی، تھوڑے دنوں کے بعد واپس مانگی تو اس کو خوشی خوشی واپس دے دینا چاہیے، کسی طرح کا غم نہیں کرنا چاہیے۔

امانت کو خوشی خوشی واپس دینا چاہیے

دینی بہنو! جس طرح دنیا میں ایک انسان دوسرے انسان کو امانت دیوے اور وہ جب چاہے تب اپنی امانت واپس مانگ لیوے بالکل اسی طریقے سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو بہت ساری امانتیں دے رکھی ہیں، اللہ تعالیٰ وہ امانت جب چاہے تب واپس لے سکتے ہیں۔

خودکُشی حرام کیوں ہے؟

مثلاً ہماری زندگی، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، اللہ تعالیٰ جب چاہے یہ زندگی واپس لے سکتے ہیں، ہم اس کے مالک نہیں ہیں؛ اس لیے کوئی مسلمان مرد یا عورت خودکُشی نہیں کرسکتا، یہ حرام ہے۔

خودکُشی کی آخرت میں سزا

اگر کسی نے خودکشی کی تو قیامت تک اس کو ایسا ہی عذاب ہوگا جیسی اس نے خود کشی کی ہے، کوئی اگر زہر پی لیوے، کوئی ٹرین کے نیچے سو جاوے، کوئی گلے میں پھندا لٹکا دیوے ــ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ ــ تو اس کو ہمیشہ ایسا ہی عذاب ہوتا رہے گا؛ کیوں کہ یہ زندگی ہماری ملکیت نہیں ہے، یہ تو اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، اللہ تعالیٰ کی

امانت کو ہم نے برباد کر دیا تو اس کے لیے آخرت میں خطرناک سزا ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۴ (نوح)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ کیا ہے جب وہ آجائے گا تو پھر اس کو پیچھے نہیں ہٹایا جا سکتا، کاش! تم یہ بات سمجھتے ہوتے۔

ہمیں اپنی زندگی سے فائدہ اٹھانا چاہیے

جب تک یہ زندگی ہے تب تک نیک کام کر لو، اچھے اعمال کر لو، توبہ واستغفار کر لو، اللہ کو راضی اور خوش کر کے جنت والے اعمال کر کے جنت میں داخل ہونے والے بن جاؤ۔

اللہ تعالیٰ کی عجیب مہربانی!!!

بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی بہن کا چھوٹا بچہ انتقال کر جاتا ہے تو وہ روتی ہے، پریشان ہوتی ہے، ماں ہے، رونا آتا ہے؛ لیکن یہ بچہ ہمارا اپنا نہیں تھا، یہ تو اللہ تعالیٰ کی امانت تھی، اللہ تعالیٰ نے وہ واپس لے لیا؛ لیکن اللہ تعالیٰ اتنے مہربان ہیں کہ اپنی امانت واپس لے لیتے ہیں تو اس پر بھی ثواب عطا فرماتے ہیں، اگر کسی بچے کا انتقال ہو جائے تو وہ بچہ قیامت کے دن اس کے ماں باپ کو جنت میں لے جانے کا ذریعہ بنے گا۔

حضرت نبیِ کریم ﷺ کے بچے ''قاسم، طاہر، طیب، ابراہیم'' بھی چھوٹی عمر میں انتقال کر گئے تھے۔

چھوٹے بچے کا انتقال والدین کو جنت میں لے جانے کا ذریعہ ہے

حدیث میں آتا ہے کہ جو بچہ بچپن میں انتقال کر جاتا ہے وہ اپنے ماں باپ کو جنت میں لے جائے گا۔

عَنْ اَنَسٍ ﷛قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَمُوْتُ لَہٗ ثَلَاثَۃٌ لَمْ یَبْلُغوا الحِنْثَ، إِلَّا أَدْخَلَہُ اللّٰہُ الجَنَّۃَ بِفَضْلِ رَحْمَتِہٖ إِیَّاھُمْ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت انس ﷛ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس مسلمان کے تین بچے بالغ ہونے سے پہلے انتقال کر جائیں؛ اس کو اللہ تعالیٰ ان بچوں پر مہربانی کی وجہ سے جنت میں داخل کریں گے، یا ان بچوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دیتے ہیں۔ (حدیث کے اصلاحی مضامین، ج۱۹، ص:۳۶۶)

اسی لیے بچے کے انتقال پر دعا پڑھتے ہیں:

اللھم اجْعَلْہُ لَنَاَ فَرَطاً وَّ اجْعَلْہُ لَنَاَ أَجْراً وَّ ذُخْراً وَّ اجْعَلْہُ شَافِعاً... وَّ مُشَفَّعِاً

اے اللہ! اس بچے کو ہمارے لیے آگے جا کر تیاری کرنے والا بنا دیجیے، اس بچے کو ہمارے لیے ثواب کا ذریعہ بنا دیجیے اور ہمارے لیے ذخیرہ یعنی جنت میں لے جانے کا ذخیرہ بنا دیجیے۔

اسی طرح مسائل کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر کسی عورت کو نو۹ مہینے یا چھ

(۶) مہینے سے پہلے کسی تکلیف کی وجہ سے خود بخود بچہ گر جاوے تو وہ بچہ بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں مغفرت، نجات اور سفارش کا ذریعہ بنے گا۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا ایمان تازہ کرنے والا واقعہ

میں آپ کو ایک قصہ سناتا ہوں جو حدیث میں آیا ہے، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا ایک بڑی نیک صحابیہ عورت گزری ہے، ان کے کارنامے بڑے اونچے ہیں۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا مختصر تعارف

یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ — جنھوں نے حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی دس سال خدمت کی ہے، ان — کی والدہ ہوتی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کے والد جب انتقال کر گئے تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے دوسری شادی کر لی، اس شادی کے نتیجے میں ایک بچہ پیدا ہوا۔

بچہ پہلے سے زیادہ آرام میں ہے

ایک مرتبہ وہ بچہ بیمار تھا اس وقت حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو کہیں سفر میں نکلنا پڑا۔

جب رات کے وقت سفر سے واپس آئے تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ: بچے کا کیا حال ہے؟ بچے کی طبیعت کیسی ہے؟

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے بہت عمدہ جواب دیا کہ: وہ پہلے سے زیادہ آرام میں ہے۔ حالاں کہ اس بچے کا انتقال ہو چکا تھا۔

لیکن انھوں نے بالکل سچا جواب دیا؛ اس لیے کہ بچہ جب زندہ تھا، بیمار تھا تو

اس کو تکلیف تھی، انتقال کر گیا تو تکلیف دور ہو گئی اور وہ بچہ آرام میں ہو گیا۔

شوہر کی راحت کے خاطر نیک بیوی کا کردار

ایک عورت ذات کا جواب کیسا ہونا چاہیے وہ اس واقعے سے سیکھنے کو ملتا ہے کہ کوئی ایسی بات ہو جس سے شوہر کو ٹینشن ہو سکتا ہو، جیسے کہ شوہر دکان سے، ملازمت سے تھکا ہوا آیا تو آتے ہی فوراً اس کے سامنے ٹینشن کی بات بیان نہ کریں، اس لیے کہ ایک تو دن بھر کی تھکن، پھر تم نے ٹینشن کی بات کی تو بے چارہ اور زیادہ پریشان ہو جائے گا۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی اپنے جذبات کی عجیب قربانی

پھر حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: کھانا لاؤ۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کھانا دیا، کھانے سے فارغ ہو گئے تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: بستر کا انتظام کرو۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے بستر بچھایا۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سفر سے آئے تھے تو ان کو بیوی کی ضرورت تھی، وہ ضرورت پوری کی؛ یعنی جماع کیا، ہم بستری کی۔

سوچو! یہ کیسی ہمت والی ماں ہے کہ شوہر کھانا کھا رہے ہیں، بستر پر آرام کر رہے ہیں، بیوی سے اپنی ضرورت پوری کر رہے ہیں، پھر بھی وہ یوں نہیں کہہ رہی ہے کہ: میرے بچے کا انتقال ہو گیا ہے!!!

جب صبح ہو گئی تب حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: بچے کا تو انتقال ہو گیا ہے،

غسل اور کفن، دفن کا انتظام کرو۔

میری دینی بہنو! سیکھنے کی بات ہے کہ عورت کس طرح شوہر کے سامنے بات پیش کرے، آج تو معمولی معمولی بات کو بڑی بڑی بنا کر شوہر کے سامنے پیش کرتے ہیں، جس سے وہ بے چارہ زیادہ الجھن اور زیادہ تکلیف میں آجاتا ہے۔

اپنے شوہر کی عجیب ایمان بھری ذہن سازی

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے سب سے پہلے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو پوچھا کہ: مجھے بتاؤ کہ کوئی آدمی اگر کوئی چیز امانت کے طور پر تم کو دیوے، پھر تم سے وہ امانت واپس مانگے تو تم اس کی امانت واپس دے دو گے یا امانت مانگنے پر ناراض ہو گے؟

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا: نہیں نہیں! امانت والا جب امانت مانگے تو اس میں ناراض کیا ہونا، اس کو اس کی امانت واپس کر دینی چاہیے۔

جب شوہر کی ذہن سازی کر لی، شوہر کو اچھی طریقے سے سمجھا دیا تب حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اور آپ کو ایک بچہ عطا فرمایا تھا، جو اللہ کی امانت تھی، اللہ تعالیٰ اس کے مالک تھے، اللہ تعالیٰ نے وہ امانت واپس لے لی ہے؛ لہٰذا اب اس کے کفن دفن کا انتظام کرو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے برکت کی دعا

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی طبیعت پر اس کا بڑا اثر ہوا، فوراً انھوں نے جا کر پورا قصہ

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو بتلایا۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ان کو برکت کی دعا دی، اللہ تعالیٰ نے اس رات کی صحبت کی برکت سے ان کے گھر میں ایک اور بیٹا عطا فرمایا جس کا نام انھوں نے عبد اللہ رکھا۔ حضور ﷺ کی دعا کی برکت یہ ہوئی کہ اس عبد اللہ کے یہاں اللہ تعالیٰ نے نو(۹) بیٹے پیدا فرمائے جو سب بڑے بڑے عالم ہوئے۔

اس واقعے کی اہم نصیحتیں

میری دینی بہنو! یہ واقعہ بہت ہی اہم ہے اور اس میں بڑی نصیحتیں ہیں کہ:

ایک عورت کو اللہ پر کیسا توکل کرنا چاہیے؟

اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر کیسے راضی رہنا چاہیے؟

اپنے شوہر کے سامنے بات کو کس انداز سے پیش کرنا چاہیے؟

اللہ تعالیٰ یہ سب صفات ہمیں اپنانے کی توفیق اور سعادت عطا فرماوے۔

ہر کام آسان ہونے اور غم و الجھن کے دور کرنے کا وظیفہ

حدیثِ پاک میں توکل کے سلسلے میں ایک دعا آئی ہے، وہ دعا میں آپ کو سنا دیتا ہوں، اس کو پڑھنے کا معمول بنا لو، اس کا بہت بڑا فائدہ ہوگا، قرآن کی آیت ہے اس کو آپ وظیفہ بنا لیجیے، صبح میں سات مرتبہ پڑھ لو اور شام کو سات مرتبہ پڑھ لو، اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے تمام کاموں کو آسان کر دیں گے، تکلیفوں کو دور کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی مدد عطا فرمائیں گے، وہ آیت یہ ہے:

حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾ (التوبة)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ میرے لیے کافی ہے، اس (اللہ تعالیٰ) کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی (اللہ تعالیٰ) پر میں نے بھروسہ کیا اور وہ (اللہ تعالیٰ) بہت بڑے عرش کے مالک ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص صبح شام یہ کلمات سات مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر کام کو آسان فرما دیتے ہیں؛ یعنی دنیا و آخرت کے تمام اہم کاموں کی کفایت فرماتے ہیں۔ (الترغیب، ابوداؤد)

درد ختم کرنے کا ایک وظیفہ

تفسیرِ روح المعانی میں علامہ سید محمود آلوسیؒ نے ایک اور وظیفہ لکھا ہے، وہ میں آپ کو بتا دوں، بدن میں جہاں پر درد ہو وہاں انگلی رکھ کر یہ آیت پڑھے تو اللہ تعالیٰ اُس درد کو بھی ختم کر دیں گے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾

ترجمہ: پکی بات یہ ہے کہ تمھارے پاس ایک رسول تمھیں میں سے تشریف لائے ہیں، تمھاری تکلیف ان کو بہت بھاری لگتی ہے، تمھاری بھلائی وہ بہت چاہتے ہیں، ایمان والوں کے ساتھ بہت زیادہ شفقت کرنے والے، بہت زیادہ رحم کرنے والے

ہیں﴿۱۲۸﴾ پھر بھی اگر وہ لوگ منہ پھرالیویں تو (اے نبی!) تم (ان سے) کہہ دو کہ: اللہ تعالیٰ میرے لیے کافی ہے، اس (اللہ تعالیٰ) کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی (اللہ تعالیٰ) پر میں نے بھروسہ کیا اور وہ (اللہ تعالیٰ) بہت بڑے عرش کے مالک ہیں﴿۱۲۹﴾

یہ پوری آیت درد کی جگہ پر انگلی رکھ کر پڑھیں گے تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے درد کو بھی دور فرما دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عافیت اور سلامتی عطا فرماوے، اپنی ذاتِ عالی پر یقین عطا فرماوے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

دعا

درود شریف پڑھو، دعا کرتے ہیں:

الحمد لله رب العالمین، سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم، سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم،

اللّٰھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ اٰل سیدنا ومولانا محمد کما تحب وترضیٰ، عدد ما تحب وترضیٰ یا کریم۔

اے اللہ! اے ارحم الراحمین خدا! اے اللہ تو ہم سب کے گناہوں کو معاف فرما دے۔

اے اللہ! ہم مجرم ہیں، ہم خطا کار ہیں۔

اے اللہ! ساری زندگی تیری نافرمانی میں گزاری ہے۔

اے اللہ! زندگی میں ایک دن بھی ایسا نہیں گذرا جس دن ہم نے گناہ نہ کیے

ہوں۔

اے اللہ! ہم گناہ کرتے ہیں، ہر رات گناہ کرتے ہیں، ہر وقت تیری نافرمانی کرتے ہیں۔ اے اللہ! تو معاف فرما دے تو معاف فرما دے، اے اللہ! معاف فرما دے، اے اللہ! معاف فرما دے۔

اے کریم خدا! زلزلے سے حفاظت فرمالے۔

اے اللہ! تو وہ خدا ہے جو سیکنڈوں کے اندر ہزاروں انسانوں کو ختم کر سکتا ہے۔

اے اللہ! ہم کمزور ہیں، تیری پکڑ کو ہم برداشت نہیں کر سکتے۔

اے اللہ! تو عذاب کا معاملہ نہ فرما، پکڑ کا معاملہ نہ فرما۔

اے اللہ! تو معافی کا معاملہ فرما۔

اے اللہ! وہ گناہ جس کی وجہ سے تیرا عذاب زمین پر اُترتا ہے ان تمام گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔

اے اللہ! جن نیکیوں کی وجہ سے تیری رحمت برستی ہے ان نیکیوں کی توفیق عطا فرما۔

اے اللہ! اے اللہ! اے اللہ! آج اس مبارک مجلس میں بھیک مانگتے ہیں تو ہمارے گھروں سے ٹی وی کو نکال دے۔

اے اللہ! اس کی محبت کو ہمارے دل سے نکال دے۔

اے اللہ! ہم بار بار سُنتے ہیں، لیکن ٹی وی کے بغیر ہمیں چین نہیں پڑتا۔

اے اللہ! ٹی وی سے نفرت عطا فرما۔

اے اللہ! اے اللہ! تو ٹی وی سے مسلمانوں کے گھروں کو پاک کر دے۔

اے اللہ! تو شیطان کو ہمارے گھروں سے نکال دے۔

اے اللہ! غیبت سے حفاظت فرما۔

اے اللہ! زنا سے حفاظت فرما۔

اے اللہ! شراب سے حفاظت فرما۔

اے اللہ! سود سے حفاظت فرما۔

اے اللہ! تیری نافرمانی سے حفاظت فرما۔

اے اللہ! ہم گندے ہیں، بُرے ہیں، گنہگار ہیں، خطاکار ہیں، مجرم ہیں، جیسے بھی ہیں تیرے بندے ہیں، تیرے پیدا کیے ہوئے ہیں، تیری نبی کی امت سے ہے۔ اے کریم خدا! اے رحیم خدا! ہماری دعا کو محض اپنے فضل سے قبول فرما، آمین۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم، وتب علینا انک انت التواب الرحیم۔

مؤلف کی دیگر مساعئ جمیلہ

نمبر شمار	اسمائے کتب	لغت
۱	عرفات کی دعائیں اور اعمال	گجراتی
۲	ظہورِ مہدی	اردو، گجراتی، ہندی، انگریزی
۳	ہر مسلمان مرد وعورت کے لیے ضروری مسنون دعائیں	گجراتی
۴	خاص خاص فضیلتوں والی مسنون دعائیں	اردو، گجراتی، ہندی، انگریزی
۵	مختصر سیرتِ نبوی ﷺ پہلا حصہ (اسٹوڈنٹس کے لیے)	گجراتی
۶	ہندستان کی جنگ آزادی اور جمعیتِ علمائے ہند (زیرِ طبع)	گجراتی
۷	احمدیہ قادیانی جماعت کا تعارف	گجراتی
۸	ترتیبِ مبادیاتِ حدیث	اردو
۹	ماہِ رمضان کو وصول کرنے کا جامع مختصر نسخہ	گجراتی
۱۰	عیدالاضحیٰ مسائل وفضائل (پمفلٹ)	گجراتی
۱۱	مرزا غلام احمد قادیانی کی شخصیت کا تعارف	گجراتی
۱۲	مرزا غلام احمد قادیانی کے متضاد دعوے	گجراتی
۱۳	قادیانی غیر مسلم (دیوبندی، بریلوی، غیر مقلد اور جماعتِ اسلامی کے علما کے فتاوی)	گجراتی

۱۴	ختمِ نبوت، قرآن وحدیث کی روشنی میں	گجراتی
۱۵	دیکھی ہوئی دنیا (اول، دوم)	اردو، گجراتی
۱۶	خطباتِ محمود (اول تا ہشتم)	اردو
۱۷	دینی بیانات (اول تا ہشتم)	گجراتی
۱۸	مسنون وظائف	اردو، گجراتی
۱۹	منتخب مسنون دعائیں	اردو
۲۰	بیعت	اردو، گجراتی
۲۱	آسان حج	گجراتی
۲۲	اسلام کا امن اور شانتی کا پیغام	گجراتی، ہندی
۲۳	حج کے پانچ ایام	گجراتی
۲۴	ممبئی سے مکہ مکرمہ۔زیارت مدینہ منورہ	گجراتی
۲۵	مختصر عرفات کے اعمال اور دعائیں	اردو
۲۶	مکتب کے بچوں کے لیے منتخب مسنون دعائیں	اردو، گجراتی، ہندی
۲۷	تذکرۂ قاریان بارڈولی	اردو
۲۸	حضرت شیخ الہندؒ اور ریشمی رومال	گجراتی
۲۹	مسلمانوں کا خزانہ	گجراتی
۳۰	فیضِ سلیمانی (سوانح والد ماجدؒ)	اردو، گجراتی
۳۱	تیسیر القرآن (آسان ترجمۂ قرآن) مکمل دو جلد	اردو، گجراتی

''نورانی مکاتب'' کے مقاصد

(۱) چھوٹے چھوٹے دیہات جہاں مسلمانوں کے چند ہی مکانات ہوں اور نماز تعلیم کا کوئی نظم نہ ہو، وہاں نماز اور تعلیم کا نظم کرنا۔

(۲) شہروں کی کالونیوں اور جھونپڑوں میں بسنے والے غریب مسلمانوں اور ان کی اولاد میں دینی تعلیم اور نماز کی فکر کرنا۔

(۳) مرتد یا مرتد جیسے دین سے دور مسلمانوں میں دین اور ایمان بچانے کی فکر کرنا۔

(۴) جہاں کہیں مکتب، مسجد یا عبادت خانہ نہیں ہے، وہاں اُس کے قیام کی فکر کرنا۔

(۵) پہلے سے جاری مکاتب میں تعلیم و تربیت کی ترقی کے لیے کوشش کرنا۔

(۶) مکتب کے معلمین کی تربیت کے لیے قیام و طعام کا نظم کرنا۔

(۷) انوکھا، آسان عام فہم، قابلِ دید و قابلِ ترویج طریقۂ تعلیم و تربیت کو امت کی خدمت میں پیش کرنا۔

(۸) یتامیٰ، بیوگان کی خدمات اور غریب علما اور مسلمانوں کی طبی خدمات اور غریب لڑکے لڑکیوں کی شادی میں معاونت۔

(۹) شعبۂ نشر و اشاعت کے ماتحت اردو، ہندی، گجراتی، انگریزی زبانوں میں چھوٹی بڑی کتابیں، رسائل اور پمفلٹ شائع کروانا۔

اِس وقت اکابر کے مشورہ سے پورے گجرات میں یہ خدمات کا سلسلہ جاری ہے، آپ بھی اِس مبارک سلسلے میں شامل ہو سکتے ہیں۔ مزید تفاصیل ہماری ویب سائٹ (www.nooranimakatid.com) پر ملاحظہ فرمائیں۔